وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور اللہ تعالی اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ تعالی بڑے فضل والا ہے۔

ایمان اور کفر

تالیف

ڈاکٹر سید محمود قادری

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا قاری محمد یامین قاسمی صاحب حیدر آبادی مدظلہ

ایمان اور کفر

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ ط وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِO (البقرة: ۱۰۵)

ترجمہ: اور اللہ تعالی اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ تعالی بڑے فضل والا ہے۔

تالیف

ڈاکٹر سیّد محمود قادری بیجاپوری

۱) خلیفہ و مجاز حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

۲) خلیفہ و مجاز حضرت مولانا محمد یامین قاسمی صاحب حیدر آبادی مدظلہ العالی

نامِ کتاب : ایمان اور کفر
نامِ مؤلف : ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب
سنِ اشاعت : نومبر 2017
سیٹنگ : مولانا محمد شعیب اشاعتی بیجاپور
9972302256
طباعت :
باراوّل : 1000
ملنے کا پتہ : خانقاہِ قادریہ، گوڈیہال کالونی
جامع مسجد روڈ بیجاپور۔

مفکر اسلام حضرت مولا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کے چند باکمال مریدین جو دوسرے مشائخ کے مُجاز بنے۔

۱) الحاج محی الدین منیری بھٹکل

خلیفہ حضرت شاہ محمد موسیٰ مہاجر مدنی خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ

۲) مولانا معین اللہ ندوی اندوری

خلیفہ حضرت صوفی محمد اقبال صاحب ہوشیار پوریؒ

۳) مولانا واضح رشید ندوی

خلیفہ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتھم

۴) مولانا سید حمزہ حسنی ندوی

خلیفہ حضرت صوفی محمد انعام لکھنوی

۵) حضرت مولانا سلمان حسنی ندوی

خلیفہ شاہ نفیس الحسینیؒ و حضرت مولانا رابع حسنی ندوی صاحب

۶) حضرت مولانا سید بلال حسنی ندوی

خلیفہ شاہ نفیس الحسینیؒ و حضرت مولانا رابع حسنی ندوی صاحب

۷) ڈاکٹر سید محمود قادری بیجاپوری

خلیفہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی مدظلہ العالی

رقم کردہ

محمود حسن حسنی ندوی۔ ۱۰ اشوال المکرّم ۱۴۳۱ھ۔ بمقام: مکان ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب بیجاپور۔

باسمہٖ تعالی

تمہید

الحمد للہ کہ گذشتہ دس (۱۰) سال سے ''خانقاہِ قادریہ'' میں ماہِ رمضان المبارک میں روزانہ بعد نمازِ عصر سے مغرب تک مجلس کا معمول ہے۔ افطار اور مغرب کی نماز کے بعد طعام کا بھی انتظام رہتا ہے، جس میں مقامی اور بیرونی احباب شریک رہتے ہیں، جو احباب شب میں خانقاہ میں قیام کرتے ہیں ان کے لئے سحری کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔

رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ خانقاہِ قادریہ میں روزانہ عصر سے مغرب تک جو مجالس ہوئیں ان کا موضوع ''ایمان اور کفر'' تھا جو سب سے اہم اور قابل توجہ مضمون ہے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۳۶ کے پہلے حصے میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں ہی کو اللہ پر، اس کے رسول پر اور تمام نازل کردہ کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے اور آیت کے دوسرے حصہ میں فرمایا جو بھی اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی نازل کردہ کتابوں کا، اس کے بھیجے ہوئے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا انکار کرے گا وہ کفر میں بہت دور جا پڑے گا۔ تقریباً ۱۵/ دن ایمان کی تفصیلات پیش کی گئیں اور ۱۲/ دن کفر کی مختلف اقسام اور ارتداد پر مفصّل بحث کی گئی اور آخری

دو(۲) دنوں میں ایمان پر ثابت قدم رہنے اور خاتمہ بالخیر و بالا یمان ہونے کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ۔ حاضرین مجلس کا تقاضہ رہا کہ ایسی اہم مجالس صرف کیسٹ میں ریکارڈ ہو کر رہ گئی ہیں۔ضرورت ہے کہ اس کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا جائے ۔ناچیز کے لئے قرآن مجید اور مختلف کتابیں سامنے رکھ کر بیان کر دینا کسی قدر آسان ہے مگر اسی بات کو تحریری شکل میں منتقل کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ بنام خدا اسی کی توفیق اور مدد سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنا شروع کیا۔الحمدللہ ایک مہینے کے عرصہ میں مجالس میں پیش کی گئی اہم باتوں کا خلاصہ تحریری شکل میں آ گیا ہے۔قرآن مجید و تفاسیر اور شروح احادیث کے علاوہ درجہ ذیل کتب میرے پیش نظر رہیں۔

۱) **عقائدالاسلام** (حضرت العلامہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

۲) **جواہرالفقہ** (فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

۳) **شرح عقائد نسفی**

۴) **عقیدۃ الطحاوی** (مترجم حضرت مولانا محمد یوسف تاؤلوی)

۵) **رسالۂ اہل سنت والجماعت** (حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

۶) **ایمان کیا ہے** (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

۷) **صراط مستقیم کورس** (حضرت مولانا الیاس گھمن مدظلہٗ العالی)

۸) **فتاوٰی عالمگیری**

۹) **دستور حیات** (حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

۱۰) **تعلیم الاسلام** (حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

۱۱) **ترجمان السنۃ** (حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھی ثم مدنیؒ)

۱۲) **حیات القلوب** (شیخ الطریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی مدظلہ العالی)

۱۳) **مالابدمنہ** (حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ)

ناچیز نے اپنے محترم و مشفق بزرگ حضرت مولانا محمد یامین قاسمی صاحب مدظلہ العالی (خلیفۂ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) سے اس کتاب کی تصحیح اور نظر ثانی کی گزارش کی۔ یہ ناچیز نہایت پشیمان ہے کہ اس نے حضرت والا کو یہ زحمت دی۔ ناچیز حضرت والا کا نہایت ممنون و مشکور ہے کہ انہوں نے نہایت عرق ریزی سے کتاب کی تصحیح اور نظر ثانی فرمائی کہ اب کتاب کی طباعت و اشاعت پورے اطمینان کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔ مزید یہ کہ حضرت موصوف نے ناچیز کی کتاب پر جو تبصرہ رقم فرمایا ہے وہ بھی کتاب کے شروع میں دیا جارہا ہے۔ اخیر میں اس بات کا اظہار کرنا ضروری ہے کہ ناچیز نے دور حاضر کے اذہان کو ملحوظ رکھ کر جمہور علماء نے جو کچھ لکھا ہے اسی کی تفہیم، تشریح اور تسہیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اپنے خیال و فکر سے کوئی چیز نہیں پیش کی۔ **فللّٰہ الحمد و المنۃ علیٰ ذالک.**

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو صحیح ایمان نصیب فرمائے، ایمان پر قائم رکھے اور ایمان کے ساتھ ہی دنیا سے اُٹھائے۔ آمین

ڈاکٹر سید محمود قادری

بسم اللّٰہ الرَّحمٰن الرَّحیم

کلماتِ تبریک

عارف باللہ حضرت مولانا محمد یامین صاحب قاسمی دامت برکاتھم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہِ الکریم امابعد!

اہل علم اور اہل نظر حضرات جانتے ہیں جن کی دعوت واصلاح کی تاریخ اہل اللہ، بزرگانِ دین، مشائخ ومصلحین امت کے فیوض وبرکات اور ان کے اصلاحی وتربیتی کارناموں پر نظر ہے کہ ان کی اصلاح وتربیت کے وسائل، ان کے ارشادات ورہنمائی اور ان کے فیوض وبرکات کے شیوع وانتشار اور بقاء وحفاظت کا بہت بڑا ذریعہ ان کے وہ افادات وملفوظات ہیں جو انہوں نے اپنی مجالسِ عمومی وخصوصی میں ارشاد فرمائے ہیں۔ان مجموعوں کی فہرست اتنی طویل ہے کہ ایک مختصر تعارفی وتمہیدی مقالہ میں پیش نہیں کی جاسکتی۔جن کی قدرِ تفصیل یہ ہے:

۱) اربعین (اخلاصِ نیت کی چہلِ حدیث)

۲) مجالسِ معرفت

۳) ایمان اور کفر

جناب محبی فی اللہ حضرت ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب کی

ذات انہیں ربانی علماء اور مربی و مصلح شیوخ میں سے ہے جن کو اللہ رب العزت نے اخلاص وللّٰہیت ، جذبۂ اصلاح، دعوت وتبلیغ ،فہمِ سلیم ،حقیقت شناسی اور حقیقت پر مبنی راہِ خدا میں جفاکشی وبلند ہمتی اور اظہارِ حق اور صحیح مشورہ کی جرأت اور صلاحیت بھی عطا فرمائی ہے۔

امت کی سرپرستی عالم کو دی خدا نے
رحمت بھی برستی ہے عالم ہی کی دعا سے

آپ کی مجالس میں صحیح طریقہ کی رہنمائی، نفسانی اور قلبی بیماریوں اور کمزوریوں کی نشان دہی، معاشرے میں پھیلے ہوئے عیوب، بدعات وخرافات، خلافِ شرع اور خلافِ سنت طریقوں اور رواجوں اور غیر اسلامی رواجوں کی مذمت اور ان کے ازالہ کے عزم اور جدوجہد کی دعوت بزرگانِ سلف اور اس عہد کے مستند جلیل القدر مشائخ اور مصلحین کے اقوال وحکایات اور طریقۂ عمل کا بیان اور ان کی شوق انگیز اور ایمان خیز واقعات ومشاہدات ملتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب زید مجدہٗ کے اس قابلِ قدر ذخیرہ میں تنوع بھی ہے اور وحدت بھی اور وسعت بھی ہے اور مقصد ونتیجہ کی ترکیز بھی ۔اس سے علماء وفضلاء، طلباء مدارسِ دینیہ ،ملت کے مختلف طبقات کے افراد ،انفرادی واجتماعی اصلاح کا کام کرنے والے اشخاص اور تزکیۂ نفس کے خواہش مند حضرات بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

میں نے مذکورہ بالا تمام کتابوں کو جو اصلاحی وفکری ہیں بغور حرف بحرف پڑھا ہے اور ضروری تصحیح ،حذف واضافہ بھی کر دیا ہے۔امیدِ قوی ہے کہ اللہ رب العزت ڈاکٹر صاحب مدظلہ کی اس سعیِ جمیلہ کو قبول فرمائے۔ملفوظات ومجالس وغیرہ کی کتابوں سے قارئین کو مکمل استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے اور احقر کے لئے اور صاحبِ کتاب کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔آمین یارب العالمین۔وَاللّٰہُ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ٥

ؔ تو علم کا چراغ ہے　روشن تجھے خدا کرے
تو علم کو پھیلائے حفاظت تیری خدا کرے

دستخط

(حضرت مولانا محمد یامین القاسمی مدظلہ)

(خلیفۂ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ)

مورخہ: ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

فہرست مضامین

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

ایمان اور کفر

ایمان والوں سے اللہ تعالیٰ کا مطالبہ کہ وہ ایمان لائیں

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم O بسم اللّٰہ الرحمن الرحیمO

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًاO (النساء: ۱۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل کر چکا ہے اور جو بھی انکار کرے اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا تو وہ بھک کر بہت دور گمراہی میں جا پڑا۔

آیت کے پہلے حصے میں ایمان والوں کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ آیت کے دوسرے حصہ میں کفر کی شناعت (برائی) اور اس کا انجام بیان کیا گیا ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ایمان والوں ہی کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ پھر سے ایمان لائیں ۔ اس کے مختلف مفہوم جو مفسرین نے بیان کیے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱) منافقین ایمان کا ظاہری اقرار کرتے تھے مگر ان کے دل تصدیق سے خالی تھے انہیں سچے دل سے ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔

۲) اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو حکم دیا گیا کہ وہ حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ پر ایمان لائے ہیں اب حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائیں اور شریعت محمدی پر عمل کریں۔

۳) مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جو اجمالی طور پر ایمان لائے ہیں تفصیلی طور پر ایمان لائیں اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں۔

۴) مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر دل سے یقین کریں۔ جو کوئی اس کے ارشادات میں سے کسی ایک ارشاد پر یقین نہ لائے گا تو وہ مسلمان نہیں رہے گا۔ دل سے تصدیق کرنا ضروری ہے صرف ظاہری اور زبانی بات کا اعتبار نہیں۔

۵) ایمان والوں کو پھر سے ایمان لانے کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ مرتے دم تک ایمان پر قائم رہیں تبھی ایمان کا فائدہ ہوگا ورنہ نہیں۔ آخرت کی نجات دوزخ سے چھٹکارا اور جنت کا داخلہ صرف ایمان پر ہے۔ اگر کوئی صاحب ایمان اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ڈالا گیا تو سزا بھگتنے کے بعد نکالا جائے گا اور بالآخر جنت میں داخل ہوگا۔

حدیث(۱) **عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُنَیْنًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَه یَدَّعِی الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ**

فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ اَشِدِّا لْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَاثْبَتَتْهُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِن اَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الَّذِىْ تُحَدِّثُ اَنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ اَشِدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَقَالَ نَبِىُّ صلى الله عليه وسلم اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِيْنَ يَرْتَابُ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ اِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحِ فَاهْوٰى بِيَدِهٖ اِلٰى كِنَانَتِهٖ فَانْتَزَعَ مِنْهَاسَهْماً فَا نْتَحَرَبِهَا فَاشْتَدَّرِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيْثَكَ قَدْ اِنْتَحَرَ فُلَانٌ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنِّىْ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ يَا بِلَالُ قُمْ فَاذِّنْ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَاِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَالدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

(رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معرکۂ حنین میں شریک رہے ایک شخص جو آپ کے ساتھ تھا اور مسلمان ہونے کا مدعی تھا اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اہل جہنم میں سے ہے۔ جب قتال شروع ہوا تو اس شخص نے دشمنوں کا سخت مقابلہ کیا اور اسے بہت زخم آ گئے۔ یہاں تک کے زخموں نے اسے غیر متحرک کر دیا۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو اس شخص کے متعلق فرما رہے تھے کہ وہ اہل جہنم میں سے ہے مگر اس نے اللہ

کی راہ میں سخت لڑائی لڑی ہے اور زخموں سے چور ہو گیا ہے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا خوب سنو کہ وہ اہل جہنم میں سے ہے۔ آپ ﷺ کی بات سن کر کچھ لوگ شک میں پڑ گئے اسی اثنا میں اس شخص نے زخموں کے درد سے مجبور ہو کر اپنا ہاتھ ترکش کی طرف ڈالا اور ایک تیر لیکر اپنے سینے میں چبھا لیا اور اپنے آپ کو مار ڈالا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف کئی مسلمان دوڑے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ نے آپ کی بات سچ کر دکھائی۔ اس شخص نے اپنے سینے میں تیر چبھا کر اپنے آپ کو مار ڈالا۔ پس اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔ اے بلالؓ اُٹھو اور اعلان کرو کہ جنت میں ایمان والوں کے سوا کوئی بھی نہیں جائے گا اور یہ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کبھی کسی فاجر آدمی سے بھی اس دین کی مدد کرا لیتے ہیں۔

معلوم ہونا چاہئے کہ یہ شخص جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا تھا دراصل منافق تھا اس کے دل میں ایمان نہیں تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو بذریعہ وحی اس کا حال معلوم ہو گیا تھا اسی لئے آپ نے اس پر جہنمی ہونے کا حکم لگایا تھا۔

حدیث (۲): عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبیِّ ﷺ قَالَ یُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لاَ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰـهُ وَ فِی قَلْبِهٖ وَزْنُ شَعِیْرَةٍ مِنْ خَیْرٍ، یُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لاَ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَ فِی قَلْبِهٖ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَیْرٍ یُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَ فِیْ قَلْبِهٖ وَزْنُ ذَرَةٍ مِنْ خَیْرٍ. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے لا الہ کا اقرار کیا اور اس کے دل میں جو کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ بالآخر دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ جس شخص نے لا الہ کا اقرار کیا اور اس کے دل میں گیہوں کے دانے برابر بھی ایمان ہوگا وہ بالآخر دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ جس شخص نے لا الہ کا اقرار کیا اور اس کے دل میں ذرّہ کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ بالآخر دوزخ سے نکا ل لیا جائے گا۔

حدیث(۳) : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ وَعَلَیْهِ ثَوْبٌ اَبْیَضُ وَهُوَ نَآئِمٌ ثُمَّ اَتَیْتُه، وَقَدْ اِسْتَیْقَظَ وَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰی ذَالِکَ اِلاّ دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَ اِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَ اِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَ اِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَ اِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَ اِنْ سَرَقَ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِی ذَرٍّوَ کَانَ اَبُوْ ذَرٍّاِذَاحَدَّثَ بِهٰذَا قَالَ وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِیْ ذَرٍّ.

(متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ کے اُوپر ایک سفید کپڑا تھا اور آپ سو رہے تھے میں لوٹ گیا اور پھر آیا اس وقت آپ ﷺ جاگ چکے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ بھی لا الہ کا اقرار کرنے والا ہے اور وہ اسی پر مرے تو جنت میں داخل ہوگا میں نے کہا کہ اگر اس نے زنا کیا

ہوا اور اس نے چوری کی ہو آپ ﷺ نے فرمایا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اور اس نے چوری کی ہو میں نے کہا کہ اگر اس نے زنا کیا ہو اور اس نے چوری کی ہو آپ ﷺ نے فرمایا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اور اس نے چوری کی ہو میں نے کہا کہ اگر اس نے زنا کیا ہو اور اس نے چوری کی ہو آپ ﷺ نے فرمایا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اور اس نے چوری کی ہو اگر چہ ابوذر کی ناک خاک آلودہ ہو (چاہے ابوذر کو کتنا ہی ناگوار ہو) ابوذرؓ جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو نبی ﷺ کا جملہ '' اگر چہ ابوذر کی ناک خاک آلودہ ہو'' ضرور بیان کرتے۔

حدیث (۴) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ شَهِدَ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَہٗ لاَشَرِيْکَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَاَنَّ عِيْسٰى عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَابْنُ اَمَتِهٖ وَكَلِمَتِهٖ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِنْهُ وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ حَقٌّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰؑ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اس کی بندی کے بیٹے ہیں اور ایک کلمہ سے جو اس نے مریمؑ کی طرف ڈالا تھا پیدا ہوئے اور اس کی روح ہیں۔ جنت اور جہنم دونوں حق ہیں۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل

کریں گے چاہے اس کے اعمال کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔

مثالیں:

۱) ابوطالب ہمارے نبی ﷺ کے حقیقی چچا تھے۔ حضور ﷺ کی عمر چھ (۶) سال کی تھی تو والدہ کا انتقال ہوا اور آٹھ (۸) سال کی عمر تھی تو دادا کا انتقال ہوا۔ یہ ابو طالب ہی تھے جو والدہ اور دادا کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کی پرورش اور پرداخت کرتے رہے۔ پھر جب آپ ﷺ کو نبوت ملی اور آپ ﷺ نے دین کی دعوت پیش کی تو کفارِ قریش نے آپ ﷺ پر بے انتہا مظالم ڈھائے کہ جس کی داستاں ہی زہرہ گداز ہے۔ ان سب حالات میں نبی ﷺ کے لئے ابو طالب ہی سینہ سپر اور پشت پناہ بنے رہے۔ ابو طالب قریش کے سردار ہونے کی وجہ سے کفارِ مکہ کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ حضور ﷺ کو گزند پہنچا سکیں تا آنکہ ان کا انتقال ہوا تو سب نے مل کر نعوذ باللہ آپ کو ایک بارگی حملہ کر کے ختم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جس سال ابوطالب کا انتقال ہوا اسی سال حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہوا۔ نبی ﷺ اس کو عام الحزن (غم کا سال) فرمایا کرتے تھے۔ ابوطالب نے حضور ﷺ کی محبت، حفاظت اور نگہداشت میں کوئی کمی نہیں کی لیکن انہیں ایمان نصیب نہیں ہوا۔

جب ابوطالب کا آخری وقت تھا، سردارانِ قریش ان کے گرد بیٹھے ہوئے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے چچا جان سے کہا کہ اب تو کلمہ لا الہ پڑھ لیجئے

سردارانِ قریش ابو طالب کو عار دلاتے رہے کہ کیا موت کے ڈر سے بھتیجے کا کلمہ پڑھ لیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے ابو طالب کے قریب جا کر کہا کہ چچا جان کم سے کم میرے کان میں تو کلمہ پڑھ لیجئے تا کہ میں کل آپ کے ایمان کی گواہی دوں گا۔ مگر ابو طالب نے کہا بھتیجے یہ سردار مجھے عار دلا رہے ہیں میں تمہارا کلمہ نہیں پڑھتا میں اپنے باپ دادا کے دین پر مرتا ہوں۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ القصص میں یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّکَ لاَتَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ. (القصص. ۵۶)

ترجمہ: بے شک آپ جس کو چاہتے ہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو ہدایت عطا کرتا ہے۔ اور وہ راہ پر آنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

ابو طالب کی موت کفر پر ہوئی اور انہیں جہنم سے نجات نہیں ہوئی۔

حدیث: **عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَهْوَنُ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا اَبُوْ طَالِبٍ وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَیْنِ یَغْلِیْ مِنْهُمَا دِمَاغُه**ٗ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کو ہوگا اور وہ دو آگ کی جوتیاں پہنے ہونگے جس سے ان کا دماغ کھولتا ہوگا۔

۲) عدی بن حاتمؓ (حاتم طائی کے بیٹے) جب اسلام لائے تو حضور ﷺ سے

پوچھا کہ میرا باپ بہت سخاوت کیا کرتا تھا کہ اس کی سخاوت مشہور ہے کیا اس کو آخرت میں نجات ہوگی۔تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہارے باپ نے لا الہ ۔۔۔کا اقرار کیا تھا؟ اگر نہیں کیا تھا تو اسے نجات نہیں ہوگی۔

۳) حضرت عائشہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ابن جدعان جاہلیت کے زمانے میں بڑی صلہ رحمی کیا کرتے تھے مسکینوں اور غریبوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے تو کیا ان کا عمل ان کے لئے سود مند ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔کیونکہ انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ رَبِ اغْفِرلِي خطيئتى يوم الدِّين (اے میرے رب روز جزا کے دن میرے گناہ کو بخش دے) یعنی اسے ایمان نصیب نہیں تھا اس لئے نیک اعمال سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

ایمان کیا ہے؟ ایمان کی تعریف:

اَلْاِ يْمَانُ هُوَالْاِقْرَارُ بِالْلِسَانِ وَا لتَّصْدِيْقُ بِاالْجِنَانِ وَاِنَّ جَمِيْعَ مَااَنْزلَ اللّٰهُ تَعَالیٰ فِی الْقُرْآنِ وَ جَمِيْعَ مَا صَحَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الشَّرْعِ وَالْبَيَانِ كُلَّه، حَقٌّ. (عقيدة الطحاوى)

ترجمہ: ایمان زبان سے اقرار اور دل سے اس بات کی تصدیق کرنا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو بھی نازل فرمایا ہے اور جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ سے شرع و بیان صحت کے ساتھ ثابت ہے وہ سب حق ہے۔

۱) صرف زبانی اقرار بغیر تصدیقِ قلبی کے ایمان نہیں کہلاتا:

صرف زبانی اقرار بغیر تصدیقِ قلبی کے نفاق کہلاتا ہے۔ منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ O يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ O فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ O (البقرۃ: ۸ تا ۱۰)

ترجمہ: اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر وہ ہرگز ایمان والے نہیں ہیں۔ دھوکہ بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے۔ اور دراصل وہ کسی کو دھوکہ نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو مگر وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے پھر اللہ نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہا کرتے تھے۔

۲) اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ O (المنافقون: ۱)

ترجمہ: یہ منافق جب آپ ﷺ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ خوب جانتا

ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین یقیناً جھوٹے ہیں۔

۳) اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَلَهُمْ نَصِيْرًاO (النساء:۱۴۵)

ترجمہ: بیشک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہونگے اور آپ ان کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہیں پائیں گے۔

منافقین بظاہر زبان سے ایمان کا اقرار کر کے اپنے دنیوی فائدے حاصل کرتے تھے اور کافروں کے ساتھ دلی تعلق ظاہر کر کے ان کی گزند سے محفوظ رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ ایمان کا زبانی اقرار کر کے مسلمانوں کی تلوار سے تو بچ گئے مگر روز آخرت میں ان کا باطن ظاہر ہو جائے گا اور وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ڈال دئے جائیں گے۔

۲) محض معرفت بغیر تصدیقِ قلبی کے ایمان نہیں کہلاتی:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًامِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَO (البقرة:۱۴۶)

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس رسول کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو جانتے بوجھتے حق کو چھپاتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ ھُمْ ط اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ O (الانعام: ۲۰)

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس رسول کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے آپ کو خود ہی نقصان میں ڈال لیا ہے وہ کبھی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

۳) محض یقین بغیر تصدیقِ قلبی کے ایمان نہیں کہلاتا۔

وَجَحَدُوْا بِھَا وَاسْتَیْقَنَتْھَآ اَنْفُسُھُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ط فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُفْسِدِیْنَ O (النمل: ۱۴)

ترجمہ: ان لوگوں نے از روئے ظلم اور تکبر ہماری آیتوں کا انکار کیا حالانکہ ان کے دل اس کا یقین کر چکے تھے۔ پس اے پیغمبر دیکھئے ان مفسدوں کا انجام کیسا ہوا۔

۴) ایمان کی حقیقت تصدیق قلبی یعنی دل سے ماننا ہے۔

اگر یہ حقیقت حاصل ہے تو اقرار لسانی کے بغیر بھی ایمان حاصل ہے جیسے کہ گونگے کا ایمان بلکہ بحالتِ اِکراہ زبان سے کلماتِ کفر نکالنے کے بعد بھی وہ شخص مومن ہے۔ نیز بغیر ارادے کے خوشی یا غم میں کچھ خلاف ایمان کلمات زبان سے نکل جائیں تو بھی ایمان ثابت رہتا ہے۔

مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِہٖٓ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ

وَلٰکِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْھِمْ غَضَبٌ مِنَ ا للّٰہِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌO (النحل: ۱۰۶)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد کفر کرے مگر یہ کہ اس پر جبر کیا جائے وہ مجبوراً زبان سے کفر کی بات کہہ دے بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ جو شخص دل کھول کر کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔

مشکوٰۃ باب الاستغفار میں ایک ایسے شخص کا ذکر ہے جس کی اونٹنی جنگل بیابان میں گم ہو جاتی ہے۔ تلاش بسیار کے بعد وہ موت کی گھڑیاں گن رہا تھا کہ اچانک اس کی اونٹنی (جس پر اس کے کھانے پینے کا سامان تھا) سامنے آکر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اس غیر معمولی فرحت کی کیفیت میں اس کی زبان سے اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں تو ہی میرا رب ہے کہنے کے بجائے اے اللہ میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے (اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّکَ) نکل جاتا ہے۔ زبان رسالت نے اس کی تاویل یہ کی اَخْطَاءَ مِنْ شِدَّۃِ الْفَرْحِ یعنی بے انتہا خوشی میں اس کی زبان چوک گئی۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ اور حضرت شیخ ابو منصور ماتریدیؒ ایمان کو بسیط مانتے ہیں یعنی ایمان کی حقیقت محض تصدیقِ قلبی ہے۔ اور اقرار لسانی اجرائے احکام اسلام (شریعت کے احکام نافذ کرنے) کے لئے شرط ہے۔

محققین کی ایک جماعت ایمان کو تصدیق قلبی اور اقرار لسانی سے مُرکّب

مانتی ہے۔دوسرا فریق ایمان کو اشیائے ثلاثہ (تصدیق قلبی، اقرار لسانی اور اعمال) کا مجموعہ کہتا ہے۔اور اس فریق میں بھی دو (۲) جماعتیں ہیں۔ایک جماعت اعمال کو اجزاء مکملہ مانتی ہے اور دوسری جماعت اجزائے مُقوّمہ۔اجزائے مکملہ کے قائل اہل حق حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمدؒ اور حضرت امام اوزاعیؒ، حضرت امام اسحاق بن راہویہؒ وغیرہ ہیں۔ اعمال کو اجزائے مُقوّمہ ماننے والوں میں معتزلہ اور خوارج ہیں۔اس فریق کے نزدیک ترک عمل سے بندہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔پھر معتزلہ کے نزدیک ابھی کافر نہیں ہوا اور خوارج کے نزدیک کافر ہو گیا۔مگر مآل (انجام) دونوں کا ایک ہی ہے۔بغیر توبہ کے مرنے والا کافر ہے۔اہلِ حق کا اختلاف محض نزاع لفظی ہے اسی لئے کسی کے نزدیک بھی مرتکب گناہِ کبیرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ایمان لانے کے لئے حضور اکرم ﷺ کی جملہ تعلیمات کی تصدیق ضروری ہے۔ایمان میں جمع کی قید ہے لیکن کفر کے لئے جمع کی قید نہیں۔حضور اکرم ﷺ کی کسی ایک بات کے انکار سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے بہ شرط یہ کہ وہ بات یقینی طور پر ثابت ہو۔ایمان لانے کے لئے مُومَن بہ امور (وہ امور جن پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے) آج بھی وہی ہیں جو صحابہؓ کے وقت میں مُومَن بہ تھے۔یہ نہیں ہوسکتا کہ صحابہؓ کے لئے تو دس باتوں پر ایمان لانا ضروری ہو اور آج کوئی شخص صرف نو (۹) باتوں کو تسلیم کر کے مومن کہلا سکے۔ایمان آئے گا تو پورا آئے گا ورنہ کچھ بھی نہیں۔

ایمان کی شرعی حقیقت سب کے لئے ایک ہے جس میں کوئی جزو بندی نہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ لکھتے ہیں ''ایمان کا تجزیہ ممکن نہیں بعض احکامات کا انکار کرنے والا بھی کافر مطلق ہوگا۔ صرف بعض احکامات پر ایمان لانے سے کچھ بھی نہیں ہوگا۔'' (موضح الفرقان)

ایمان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکتی' ہاں اس میں اپنے اپنے یقین کے مطابق قوت وضعف کے درجات مختلف ہو سکتے ہیں لیکن ان کی ''شرعی حقیقت'' بہر حال ایک ہی ہے۔ ''کمیت ایمان'' میں کمی زیادتی نہیں ہوسکتی ہاں ''کیفیت ایمان'' میں کمی زیادتی ہوسکتی ہے۔

پھر ایمان کے کچھ اعمال ہیں اور اس کی کچھ علامات ہیں۔ ان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اور ان میں سے بعض کا ترک تکذیب پیغمبر کی وجہ سے نہیں محض عملی سستی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایمان کے یہ اعمال اور علامات مطلوب تو ہیں لیکن یہ ایمان کی حقیقتِ شرعی نہیں' ایمان کے تقاضے ہیں۔ قرآن کریم بعض مقامات پر ان اعمال کے لئے بھی ایمان کا لفظ اختیار کرتا ہے اور یہ ''مَجاز شرعی'' ہے جس میں ایمان اقرار وعمل کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس اعتبار سے ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ پھر کچھ ایمان کی علامات ہیں جیسے مسلمانوں کا آپس میں السلام علیکم کہنا۔ یہ علامت ایمانِ حقیقی کا محض ایک نشان ہے۔ قرآن کریم میں بعض مقامات پر جہاں ایمان کی حقیقت کا علم نہ ہو ان علامات کو بھی ایمان کی علامت

کہہ دیا گیا ہے۔ یہ اطلاق بھی ''مجاز شرعی'' ہوگا جس کا اعتبار صرف اس وقت تک ہے جب تک ایمان کی حقیقت کا پتہ نہ چل جائے۔ مُلحدین اپنے کفریہ عقائد کو چھپانے کے لئے بھی ان اعمال وعلامات سے اپنے ایمان پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد اعمال وعلامات کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایسے موقعوں پر طالب حق کا یہ فرض ہے کہ ایمان کے قرآنی اطلاق کے ان بنیادی فروق کو ضرور پیش نظر رکھے۔ تخاطُب لغوی میں لفظ مومن کا معنیٰ صرف ماننے کے معنی میں ہوگا۔ اور اس معنی میں بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔

وَمَآ اَنۡتَ بِمُؤۡمِنٍ لَّنَا وَلَوۡ كُنَّا صٰدِقِيۡنَ۔ (یوسف۔۱۷)

ترجمہ: آپ ہماری بات نہیں مانیں گے گو ہم سچ ہی کہہ رہے ہوں۔

یہ ایمان کی لغوی حقیقت کا بیان ہے ایمان کی شرعی حیثیت سمجھنا ہو تو درجہ ذیل آیات کو دیکھئے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوۡكَ فِيۡمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا يَجِدُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا O (النساء : ٦٥)

ترجمہ: پس قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوں گے جب تک اپنے تمام باہمی جھگڑوں میں آپ ہی کو منصف نہ بنائیں۔ اور جو فیصلہ آپ کریں اس پر اپنے دل میں کوئی گرانی محسوس نہ کریں اور پوری طرح آپ کے فیصلے کو تسلیم کریں۔

(اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قسم کھا کر یعنی اپنی گواہی سے ایمان کی کسوٹی بیان کی ہے کہ یہ لوگ اس وقت تک ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام مسائل اور معاملات میں آپ سے اور آپ کے بعد آپ کی شریعت سے فیصلہ نہیں کراتے جو فیصلہ بھی آپ کریں یا آپ کی شریعت سے نافذ ہو اس کے متعلق دل میں انکار کی تنگی نہیں پاتے اور آپ کے اور آپ کی شریعت کے فیصلہ کو پوری خوش دلی سے قبول کر لیتے ہیں۔ از ناقل)

۲) اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحات کئے۔

یہاں ایمان کی شرعی حقیقت مراد ہے کیونکہ اعمال اس پر معطوف ہیں اور اس لئے اس سے علیحدہ ہیں۔

اس ایمان میں جو اقرار اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے اعمال کی کمی بیشی رہتی ہے مگر ایمان کی شرعی حقیقت میں کمی بیشی کی کوئی راہ نہیں۔ ایمان اگر ہوگا تو پورا ہوگا ورنہ کچھ بھی نہیں ہوگا یہ کفر کی حالت شمار ہوگی۔

علاماتِ ایمان:

اب وہ باتیں بھی سامنے رکھئے جن سے ایمان پہچانا جاتا ہے وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ اَلۡقٰۤی اِلَیۡکُمُ السَّلٰمَ لَسۡتَ مُؤۡمِنًا ۔ (النساء: ۹۴)

ترجمہ: جو شخص تمہیں سلام کرے یہ مت کہو کہ تو ایمان والا نہیں ہے۔

اس آیت میں السلام علیکم کہنے کو ایمان کی علامت بتایا گیا ہے۔ اسے ایمان کی حقیقت نہیں کہا گیا ہے۔ سیاق وسباق سے اس کی قوی شہادت ہے۔ سو جب حقیقت کا پتہ چل جائے گا تو علامت کا اعتبار باقی نہیں رہے گا۔ ایمان کے ان اعمال اور علامات کے نام سے ایمان کی حقیقتِ شرعی کو مشتبہ کرنا اور ان علامات کو ایمان کی حقیقت پر دلیل بنانا قرآن کے ان مختلف اطلاقات اور اس کے شرعی اصطلاحات نہ پہچاننے کی وجہ سے ہے۔ ہر اطلاق اپنا ایک محل رکھتا ہے اور حقیقتِ شرعیہ اپنی جگہ قائم ہے جس میں کسی شک اور کمی بیشی کو راہ نہیں ملتی۔

آنحضرت ﷺ سے بھی ایمان شرعی کی یہی تعریف منقول ہے کہ آپ ﷺ کی جملہ تعلیمات کو سچا تسلیم کیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اُمِــــــرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْھَدُوْا اَنْ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَیُؤْمِنُو ابِیْ وَبِمَا جِئۡتُ بِہٖ.

(صحیح مسلم ج/ ۱ ص /۳۷)

ترجمہ: مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں جب تک وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور مجھ پر ایمان لائیں اور جو کچھ میں لایا ہوں اس پر بھی پورا ایمان لائیں۔

ایمان اور اسلام:

یہ صحیح ہے کہ ایمان ایک فعل قلب ہے اور اسلام اس کے ظاہری انقیاد کا نام ہے۔ لیکن شریعت کی اصطلاح میں ایمان اور اسلام ایک ہی ہیں جو

مومن نہیں وہ مسلمان نہیں اور جو مسلمان نہیں وہ مومن بھی نہیں دونوں کی حقیقت ایک ہے۔ مبدا کے اعتبار سے اسے ایمان کہہ دیتے ہیں اور ظاہر کے لحاظ سے اسے اسلام کہہ دیا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں جہاں یہ لفظ ایک دوسرے کے مقابلہ میں ہوں تو کسی ایک کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہوگا کیوں کہ حقیقتِ شرعی دونوں کی ایک ہے۔ اختلاف تبھی ہوسکے گا کہ ایک اپنے حقیقی معنیٰ پر ہو اور دوسرے کے محض لغوی معنیٰ مراد ہوں۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (سورۂ حجرات: ۱۴)

ترجمہ: یہ گنوار لوگ کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لے آئے آپ کہہ دیجئے تم ابھی ایمان نہیں لائے صرف ظاہر میں اسلام میں داخل ہوئے ہو اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں نہیں گھسا۔

یہاں اسلام کے حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہیں یہاں اسلام سے صرف ظاہری جھکاؤ مراد ہے۔ اسلام کے حقیقی معنی ایمان سے جدا نہیں ہوسکتے۔

حضرت امام بخاریؒ لکھتے ہیں "**اذالم یکن الاسلام علی الحقیقة و کان علی الستسلام او الخوف من القتل بقوله تعالیٰ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ فاذا كان على الحقيقة**

فھو علی قولہ جل ذکرہ-ان الدین عند اللّٰہ الاسلام"

ایمان کو اگر صرف قلب تک محدود رکھا جائے تو وہ معاملات جو مومن سے وابستہ ہیں کبھی سرانجام نہیں پا سکتے کیوں کہ دل کی بات تک کسی دوسرے کو رسائی نہیں ہوتی مثلاً لاتنکحوا المشرکین حتیٰ یؤمنوا (سورۃ البقرۃ۔۲۲۱) میں حکم دیا گیا ہے کہ لڑکیوں کا نکاح صرف انہی مردوں سے کرو جو مومن ہوں۔ یہاں ایمان کو اگر فعل قلب تک محدود رکھیں تو اس آیت پر عمل کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔ ایمان اور اسلام کو ایک حقیقت سمجھیں تو بے شک اس پر عمل ہو سکے گا۔
(حیاۃ القلوب، صفحہ نمبر۔۵۵۶-۵۶۰)

عقیدہ کی تعریف:

عقد کے لغوی معنی گرہ میں باندھنے کے ہیں۔ عَقْد یا عُقْدۃ ,گرہ کو کہتے ہیں۔عقیدہ اسی سے ہے۔ جو بات دل میں جمالی جائے بغیر دیکھے کسی چیز کو سچ جاننا اور ماننا اور دل میں مضبوطی سے جمالینا عقیدہ کہلاتا ہے۔ ایمان محض جاننے کو نہیں کہتے بلکہ ماننے کو کہتے ہیں۔ بہت سی باتیں انسان جانتا ہے مگر دل سے نہیں مانتا تو اسے ایمان نہیں کہیں گے۔ صحیح عقائد کو دل سے ماننا ایمان ہے۔

ایمان کے معنی:

ایمان امن سے بنا ہے اور امن خوف کے مقابل چیز ہوتی ہے۔ جیسے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَا اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ O (البقرہ: ۲۳۹)

ترجمہ: اگر تم خوف محسوس کرو تو نماز پیدل یا سواری پر پڑھ لو اور امن میں آ جاؤ تو اللہ کو ایسے یاد کرو جس طرح تمہیں سکھایا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے امن کو خوف کے مقابلہ میں استعمال کیا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ امن خوف کی ضد ہے۔ اور جب کہ ایمان امن سے بنا ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایمان کی حقیقت تصدیق و تحقیق ہے یعنی کسی خبر کی تصدیق کرنا اور سچا ماننا ہے۔

اٰمَنْتُ (میں ایمان لایا) کے معنی یہ ہیں کہ میں نے اپنے خبر دینے والے کو امان دی تکذیب سے اور مخالفت سے یعنی میں نے اس کی خبر کو دل سے سچا مانا اور تصدیق کی۔

ایمان کی اہمیت:

سارے اعمال کی قبولیت کا دارو مدار ایمان پر ہے۔ جس کا ایمان صحیح ہے اسی کی بندگی اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہیں اور جس کا ایمان درست نہیں اس کی کوئی بندگی اور اعلیٰ سے اعلیٰ عمل بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ سورۃ النحل میں فرمایا گیا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ج وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ O (النحل: ۹۷)

ترجمہ: جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بشرط یہ کہ وہ ایمان والا ہو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور بہترین اعمال کے لحاظ سے جزا دیں گے۔

مشرکین مکہ جن کی تولیت میں (فتح مکہ سے پہلے) خانہ کعبہ تھا مسجد حرام کی خدمت، حاجیوں کو پانی پلانے اور ان کی خدمت کرنے کو وہ بہت بڑا عمل سمجھ کر ایمان والوں پر فخر کیا کرتے تھے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ توبہ میں درجہ ذیل آیات نازل کر کے ان کی غلط فہمی کو دور کیا۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ط لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ O اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ لا اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ O

(التوبة: ۱۹ تا ۲۰)

ترجمہ: کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجدِ حرام کو آباد کرنے کو اس شخص کے عمل کے برابر قرار دے رکھا ہے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا؟ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں برابر نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتے۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور یہی لوگ ہیں جو پوری طرح کامیاب ہونے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے متعلق عقیدہ :

اللہ تعالیٰ کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہیں قدیم ہیں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ان پر فنا نہی آسکتی۔صمد ہیں جو وہم وگمان وتصور میں نہیں آسکتے۔اللہ تعالیٰ کی ذات تقسیم، حصے بخرے سے پاک ہے۔وہ نہ جوہر ہیں نہ عرض۔جسم وجسمانیات سے پاک ہیں۔زندہ ہیں اور بذاتِ خود قائم ہیں۔قادرِ مطلق ہیں اور سب کچھ جاننے والے ہیں اور ارادہ کرنے والے ہیں۔ آپ کے ارادے سے ہی سب کچھ ہوتا ہے۔آپ سب کچھ دیکھنے والے اور سننے والے ہیں۔ان کی کوئی صفت مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں ہے۔ان کے صفات ابدی اور ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ان کے علم اور قدرت نے ہر چیز کو اپنے علم اور احاطہ میں لے رکھا ہے۔وہ حدود، جہات اور غایات سے ورا ہیں۔مکان اور زماں سے مستغنی ہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ ایک ہیں اور ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ان کے مثل کوئی چیز نہیں۔کوئی چیز ان کو عاجز نہیں کرسکتی۔ان کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔وہ قدیم ہیں بغیر ابتدا کے اور دائم ہیں بغیر انتہا کے۔نہ فنا ہوں گے نہ ہلاک۔وہی ہوتا ہے جس کا وہ ارادہ کرتے ہیں۔ وہم ،گمان اور عقل انسانی ان کا ادراک نہیں کرسکتے۔ایسے زندہ ہیں کہ جنہیں موت نہیں آتی ، ایسے قائم ہیں کہ سوتے نہیں۔ بغیر اپنی ضرورت کے مخلوقات کو پیدا کرنے والے اور بغیر مشقت کے رزق دینے

والے، بغیر کسی خوف کے مارنے والے' بغیر مشقت کے زندہ کرنے والے، وہ اپنے صفات میں ازلی اور ابدی ہیں۔ ساری چیزیں ان کی محتاج ہیں اور وہ کسی کے محتاج نہیں ہیں۔ ہر چیز ان پر آسان ہے کوئی چیز مشکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور قدرت سے اپنے مخلوقات کو پیدا کیا اور ان کے لئے ایک انتہا اور وقت مقرر کیا۔ پیدا کرنے سے پہلے ان پر کوئی چیز مخفی نہیں تھی۔ اور ان کو پیدا کرنے سے پہلے ان کو اور جو وہ کرنے والے ہیں ان سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے اور نافرمانی سے منع کیا ہے۔ ہر چیز اُن کی تقدیر اور مشیت کے مطابق جاری ہوتی ہے۔ انہیں کی مشیت نافذ ہوتی ہے بندوں کی مشیت نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہی ہوا اور جو اس نے نہیں چاہا وہ نہیں ہوا۔ وہ اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، حفاظت کرتا ہے اور مصیبت سے دور رکھتا ہے۔ اپنے عدل سے جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور مصیبت میں چھوڑ دیتا ہے۔ تمام مخلوق اس کی مشیت، فضل اور عدل کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ اُلٹ پھیر سے بلند ہیں کہ ان کا کوئی مقابل ہو یا مخالف۔ کوئی ان کے فیصلے کو رد کرنے والا نہیں اور نہ ان کے حکم کو موخر کرنے والا اور نہ ان کے کوئی حکم پر غالب آنے والا ہے۔

معرفت الٰہی کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ ہیں:

اللہ تعالیٰ پر ایمان ہی سارے ایمانیات کی جڑ بنیاد ہے۔ ایمان باللہ اگر صحیح

ہو جائے تو سارے ایمانیات صحیح ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے لئے اس کی معرفت ضروری ہے۔ معرفت الٰہی کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ ہیں۔

حدیث: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی تِسْعَةً وَتِسْعِیْنَ اِسْماً مِا ئَةً اِلَّا وَاحِدَةً مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

(متفق علیه)

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ’’اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ یعنی ایک کم سو نام ہیں۔ جس نے ان کو محفوظ کیا اور ان کی نگہداشت کی وہ جنت میں جائے گا‘‘

ان ناموں کی تفصیل احادیث میں اس طرح آئی ہے۔

وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی مالک و معبود نہیں، وہ ہے ۱۔ اَلرَّحْمٰنُ (بڑی رحمت والا) ۲۔ اَلرَّحِیْمُ (بہت رحم کرنے والا) ۳۔ اَلْمَلِکُ (حقیقی بادشاہ اور فرمانروا) ۴۔ اَلْقُدُّوْسُ (نہایت مقدس اور پاک) ۵۔ اَلسَّلَامُ (جس کی ذاتی صفت سلامتی ہے) ۶۔ اَلْمُؤْمِنُ (امن و امان عطا فرمانے والا) ۷۔ اَلْمُهَیْمِنُ (پوری نگہبانی فرمانے والا) ۸۔ اَلْعَزِیْزُ (غلبہ اور عزت جس کی ذاتی صفت ہے، اور جو سب پر غالب ہے) ۹۔ اَلْجَبَّارُ (صاحب جبروت ہے، ساری مخلوق اس کے زیر تصرف ہے) ۱۰۔ اَلْمُتَکَبِّرُ (کبریائی اور بڑائی اس کا حق ہے) ۱۱۔ اَلْخَالِقُ (پیدا فرمانے والا) ۱۲۔ اَلْبَارِئُ (ٹھیک

بنانے والا) ۱۳۔ اَلْمُصَوِّرُ (صورت گری کرنے والا) ۱۴۔ اَلْغَفَّارُ (گناہوں کا بہت زیادہ بخشنے والا) ۱۵۔ اَلْقَهَّارُ (سب پر پوری طرح غالب اور قابو یافتہ جس کے سامنے سب عاجز اور مغلوب ہیں) ۱۶۔اَلْوَهَّابُ (بغیر کسی عوض اور منفعت کے خوب عطا فرمانے والا) ۱۷۔اَلرَّزَّاقُ (سب کو روزی دینے والا) ۱۸۔ اَلْفَتَّاحُ (سب کے لئے رحمت اور رزق کے دروازے کھولنے والا) ۱۹۔ اَلْعَلِيْمُ (سب کچھ جاننے والا) ۲۰۔اَلْقَابِضُ ۲۱۔اَلْبَاسِطُ (تنگی کرنے والا، فراخی کرنے والا یعنی اس کی شان یہ ہے کہ اپنی حکمت اور مشیت کے مطابق کبھی کسی کے حالات میں تنگی پیدا کرتا اور کبھی فراخی پیدا کر دیتا ہے) ۲۲۔ اَلْخَافِضُ ۲۳۔ اَلرَّافِعُ (پست کرنے والا، بلند کرنے والا) ۲۴۔ اَلْمُعِزُّ ۲۵۔ اَلْمُذِلُّ (عزت دینے والا، ذلت دینے والا) ۲۶۔ اَلسَّمِيْعُ ۲۷۔اَلْبَصِيْرُ (سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا) ۲۸۔اَلْحَكَمُ وَ ۲۹۔ اَلْعَدَلُ (حاکمِ حقیقی سراپا عدل وانصاف) ۳۰۔اَللَّطِيْفُ (لطافت اور لطف وکرم جس کی ذاتی صفت ہے) ۳۱۔ اَلْخَبِيْرُ (ہر بات سے باخبر) ۳۲۔ اَلْحَلِيْمُ (نہایت بردبار) ۳۳۔ اَلْعَظِيْمُ (بڑی عظمت والا، سب سے بزرگ وبرتر) ۳۴۔ اَلْغَفُوْرُ (بہت بخشنے والا) ۳۵۔ اَلشَّكُوْرُ (حسن عمل کی قدر کرنے والا اور بہتر سے بہتر جزا دینے والا) ۳۶۔ اَلْعَلِيُّ ۳۷۔اَلْكَبِيْرُ (سب سے بالا، سب سے بڑا) ۳۸۔ اَلْحَفِيْظُ (سب کا نگہبان)

۳۹۔ اَلْمُقِیْتُ (سب کو سامان حیات فراہم کرنے والا) ۴۰۔ اَلْحَسِیْبُ (سب کے لئے کفایت کرنے والا) ۴۱۔ اَلْجَلِیْلُ (عظیم القدر) ۴۲۔ اَلْکَرِیْمُ (صاحب کرم) ۴۳۔ اَلرَّقِیْبُ (نگہبان اور محافظ) ۴۴۔ اَلْمُجِیْبُ (دعا قبول کرنے والا) ۴۵۔ اَلْوَاسِعُ (وسعت رکھنے والا) ۴۶۔ اَلْحَکِیْمُ (سب کام حکمت سے کرنے والا) ۴۷۔ اَلْوَدُوْدُ (بندوں سے محبت کرنے والا) ۴۸۔ اَلْمَجِیْدُ (بزرگی والا) ۴۹۔ اَلْبَاعِثُ (اُٹھانے والا، موت کے بعد مردوں کو جلانے والا) ۵۰۔ اَلشَّھِیْدُ (حاضر وناظر) ۵۱۔ اَلْحَقُّ (جس کی ذات اور جس کا وجود اصلاً حق ہے) ۵۲۔ اَلْوَکِیْلُ (کارساز حقیقی) ۵۳۔ اَلْقَوِیُّ (صاحب قوت) ۵۴۔ اَلْمَتِیْنُ (بہت مضبوط) ۵۵۔ اَلْوَلِیُّ (سرپرست و مددگار) ۵۶۔ اَلْحَمِیْدُ (حمد وتعریف کا مستحق) ۵۷۔ اَلْمُحْصِیُ (سب مخلوقات کے بارے میں پوری معلومات رکھنے والا) ۵۸۔ اَلْمُبْدِیُ (پہلا وجود بخشنے والا) ۵۹۔ اَلْمُعِیْدُ (دوبارہ زندگی دینے والا) ۶۰۔ اَلْمُحِیُ (زندگی دینے والا) ۶۱۔ اَلْمُمِیْتُ (موت دینے والا) ۶۲۔ اَلْحَیُّ (زندۂ جاوید زندگی جس کی ذاتی صفت ہے) ۶۳۔ اَلْقَیُّوْمُ (جو بذاتِ خود قائم ہے اور پوری کائنات کو قائم رکھے ہوئے ہے۔) ۶۴۔ اَلْوَاجِدُ (سب کچھ اپنے پاس رکھنے والا) ۶۵۔ اَلْمَاجِدُ (بزرگی اور عظمت والا) ۶۶۔ اَلْوَاحِدُ (اپنی ذات میں یکتا) ۶۷۔ اَلْاَحَدُ (اپنی صفات میں یکتا) ۶۸۔ اَلصَّمَدُ (سب سے بے

نیاز، سب اس کے محتاج)۶۹۔ اَلْقَادِرُ ۷۰۔اَلْمُقْتَدِرُ (قدرت والا سب پر کامل اقتدار رکھنے والا)۷۱۔ اَلْمُقَدِّمُ ۷۲۔اَلْمُؤَخِّرُ (جسے چاہے آگے کرنے والا جسے چاہے پیچھے کرنے والا) ۷۳۔اَلْاَوَّلُ وَ ۷۴۔ اَلْاٰخِرُ (سب سے پہلے سب سے پیچھے، یعنی جب کچھ نہ تھا تو وہ موجود تھا اور جب کچھ نہ رہے گا تو وہ اس وقت بھی موجود رہے گا)۷۵۔اَلظَّاہِرُ ۷۶۔ اَلْبَاطِنُ (بالکل آشکار اور بالکل مخفی)۷۷۔ اَلْوَالِیُ (مالک اور کارساز)۷۸۔ اَلْمُتَعَالِیُ (بہت بلند و بالا) ۷۹۔ اَلْبِرُّ (بڑا محسن)۸۰۔اَلتَّوَّابُ (بہت توبہ قبول کرنے والا)۸۱۔ اَلْمُنْتَقِمُ (مجرمین کو کیفرِ کردار تک پہنچانے والا) ۸۲۔اَلْعَفُوُ (بہت معاف کرنے ولا) ۸۳۔اَلرَّؤُفُ (بہت مہربان) ۸۴۔ مَالِکُ الْمُلْکِ (سارے جہاں کا مالک) ۸۵۔ ذُوْ الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (صاحب جلال اور بہت کرم فرمانے والا) ۸۶۔اَلْمُقْسِطُ (حق دار کا حق ادا کرنے والا عادل و منصف) ۸۷۔اَلْجَامِعُ (ساری مخلوق کو قیامت میں جمع کرنے والا) ۸۸۔ اَلْغَنِیُّ ۸۹۔ اَلْمُغْنِیُ (خود بے نیاز جس کو کسی سے کوئی حاجت نہیں، اپنی عطا کے ذریعہ بندوں کو بے نیاز کرنے والا)۹۰۔ اَلْمَانِعُ (روکنے والا، ہر وہ چیز جس کو وہ روکنا چاہے) ۹۱۔ اَلضَّارُّ ۹۲۔ اَلنَّافِعُ (اپنی حکمت اور مشیت کے تحت ضرر پہنچانے والا اور نفع پہنچانے والا)۹۳۔ اَلنُّوْرُ (سراپا نور)۹۴۔اَلْھَادِیُ (ہدایت دینے والا) ۹۵۔اَلْبَدِیْعُ (بے مثال سابق مخلوق کا پیدا کرنے والا)۹۶۔ اَلْبَاقِیُ (ہمیشہ

رہنے والا جس کو فنا نہیں) ۹۷۔ اَلْــوَارِثُ (سب کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا) ۹۸۔ اَلـرَّشِيْدُ (صاحب رشد و حکمت جس کا ہر کام اور فیصلہ درست ہوتا ہے) ۹۹۔ اَلـصَّبُـوْرُ (بڑا صابر کہ بندوں کی بڑی سے بڑی نافرمانیاں دیکھتا ہے اور فوراً عذاب بھیج کر ان کو تہس نہس نہیں کرتا۔)

۲۸۔اسماء ذات کے لئے ہیں، ۲۸۔اسماء صفات کے لئے ہیں اور ۴۳ اسماء افعال کے لئے ہیں، اس طرح کل ۹۹ نام ہو گئے۔اللّٰہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ (شعب الایمان بیہقی)

اسلام کی پہلی اصل بلکہ تمام اُصول کی جان توحید ہے۔توحید لغت میں کسی چیز کو ایک جاننے اور ایک ماننے کا نام ہے۔اور اصطلاح شریعت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو دل سے ماننے کا نام توحید ہے۔یعنی دل و جان سے یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کوئی اس کا شریک اور سہیم نہیں، اس کا نام توحید ہے۔توحید کے دو مرتبے ہیں۔

اول مرتبہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات میں یکتا سمجھے اور کسی مخلوق کی پرستش نہ کرے اور نہ اس کو مستقل نفع و نقصان کا مالک سمجھے۔ یہ توحید اہل شریعت کی ہے۔اور اہل طریقت کے نزدیک توحید یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی پر نظر نہ رکھے۔ اہل طریقت کے نزدیک اسباب پر نظر رکھنا یہ بھی شرک ہے صرف مسبب الاسباب پر نظر رکھنا یہ توحید ہے۔ یہ توحید پہلی توحید سے اکمل ہے۔

حضرات صوفیاءؒ کے نزدیک وحدانیتِ حق کے مشاہدہ کا نام توحید ہے۔ اور بہ الفاظِ دیگر حادث وفانی سے منہ پھیر لینا اور ہمہ تن قدیم اور باقی کی طرف متوجہ ہو جانے کا نام توحید ہے۔

مطلق توحید کا اجمالی اعتراف تمام مذاہب میں پایا جاتا ہے حتیٰ کہ جن قوموں میں کھلم کھلا شرک اور بت پرستی ہے وہ بھی قادر مطلق کی ایک ذات کو مانتے ہیں البتہ اس کے مظاہر اور صفات کو متعدد مانتے ہیں۔ عیسائی تین خدا کو مانتے ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ تینوں ایک ہیں گو یہ تعبیر کتنی ہی غلط ہو لیکن اس سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ توحید کے بالکل ترک پر وہ بھی راضی نہیں ہیں۔ یہ بہتر سمجھتے ہیں کہ شرک کو توحید کے ساتھ جمع کر لیا جائے، اگر چہ یہ ''**اجتماع نقیضین**'' ہی کیوں نہ ہو۔

غرض مطلق توحید کا اجمالی اعتراف تمام مذاہب میں پایا جاتا ہے لیکن اسلام کو جو خصوصیت و امتیاز حاصل ہے وہ یہ کہ اس نے ایک ایسی کامل اور خالص توحید کی دعوت دی کہ جو شرک جلی اور شرک خفی کے شائبوں اور خرخشوں سے بالکلیہ پاک اور منزہ ہے۔

اسلام کی توحید یہ ہے کہ تمام کائنات کا الٰہ ایک ہے، اسی ایک الٰہ نے سب کو وجود عطا کیا، وہی سب کی حاجتیں پوری کرتا ہے، ایک ہی الٰہ ساری دُنیا کا بلا مشقت اور بلا شرکت انتظام کرتا ہے، نہ ذات میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ

صفات میں اس کا کوئی شریک ہے۔ پیدا کرنا، زندہ کرنا، عالم الغیب ہونا، رزق دینا، مستحق عبادت ہونا یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں اسلام کے سوا دوسرے مذاہب اور دین والے اپنے اوتاروں اور پیغبر وں میں بھی یہ اوصاف مانتے ہیں یہی ان کی توحید کا نقص ہے۔ اسلام نے توحید کی تکمیل کے لئے توحید فی الذات کے ساتھ توحید فی الصفات اور توحید فی العبادت کو بھی غایت درجہ فرض ولازم قرار دیا۔ یہاں تک کے غیر اللہ کے لئے سجدہ تعظیمی کو بھی (جو کہ دیگر ادیان میں جائز تھا) اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے حرام قرار دیا۔

(اصول اسلام حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ)

انبیاء اور رسل پر ایمان:

اسلام کی دوسری اصل نبوت اور رسالت ہے۔ وحدانیت کی طرح نبوت اور رسالت کو حق سمجھنا اور اس پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے۔ جس طرح حق تعالیٰ نے انسان کے جسمانی امراض اور بدنی بیماریوں کے علاج کے لئے اطباء کو پیدا کیا اس طرح روحانی امراض اور دلی بیماریوں کے علاج کے لئے رسولوں اور نبیوں کو بھیجا تا کہ ہماری روحانی بیماریوں کا مداوا کر سکیں۔

حق جل شانہ نے کائنات کو مختلف الانواع اور مختلف الاقسام پیدا فرمایا اور کائنات کی کوئی نوع ایسی نہیں کہ جس کے افراد میں حق تعالیٰ نے اختلاف اور تفاوت نہ رکھا ہو۔ جمادات میں کوئی سنگ ریزہ ہے کوئی ہیرا ہے۔ نباتات میں

ساگ اور پالک بھی ہے اور گل بنفشہ اور زعفران بھی ہے۔ حیوانات کو لیجئے ان میں گدھا اور کتا بھی ہے اور بکری اور ہرن بھی ہے۔ انسانوں کو لیجئے کہ کسی کا دل آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہے اور کسی کا دل لوہے اور پتھر کی مانند سخت ہے۔

پس بنی آدم میں سے جو نفوس آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہوں اور حیوانی اور شیطانی مادے سے پاک اور منزہ ہوں ان میں سے حق جل شانہ کسی کو اپنی سفارت اور خلافت کے لئے منتخب فرماتے ہیں۔ ان کو اپنے کلام اور خطاب خاص سے عزت بخشتے ہیں اور اپنے احکام اور ہدایت سے ان کو مطلع کرتے ہیں تاکہ یہ پاک نفوس حق جل شانہ اور اس کے عام بندوں کے درمیان واسطۂ ابلاغ اور ذریعۂ پیغامِ خداوندی بن سکیں تاکہ لوگوں کو رشد و ہدایت کی راہ پر لگائیں اور مہلکات سے ڈرا کر دوزخ سے بچائیں۔

لفظ نبی اور نبوت نبأ سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی خبر کے ہیں۔ اور اصطلاح شریعت میں نبی اس برگزیدہ بندے کو کہتے ہیں جو مِن جانب اللہ ہدایت خلق، احکام الٰہیہ اور اخبار خداوندی کی تبلیغ پر مامور ہو، یا بالفاظ دیگر یوں کہو کہ نبی اس برگزیدہ بندے کو کہتے ہیں جس کو حق تعالیٰ نے اپنے خاص خبروں اور حکموں کے لئے مخصوص کیا ہو کہ ان خبروں کو ذی عقل مخلوقات تک پہنچائے۔ پس جو برگزیدہ بندہ اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر بندوں کو خبر دے وہ نبی ہے اور ان چیزوں کے خبر دینے کا نام نبوت ہے۔ وزارت اور سفارت کی طرح یہ ایک منصبِ جلیل ہے

جوحق تعالیٰ کی طرف سے اپنے برگزیدہ بندوں کوعطا کیا گیا۔ محقق ابن امیر الحاج شرح تحریر الاصول میں فرماتے ہیں:

قال بعض المحققین اجمع الاقوال الشارحة للرسالة الالٰھیة انھا سفارة بین الحق تنبه اولی الالباب علی ما یقصر عنه عقولھم من صفات معبودھم ومعادھم ومصالح دینھم و دنیا ھم و مستحثات تھدیھم و دافع ثبیه تردیھم.

ترجمہ: بعض محققین فرماتے ہیں کہ نبوت اور رسالت کی سب سے جامع تعریف یہ ہے کہ نبوت اور رسالت اس منصب سفارت کا نام ہے جوحق تعالیٰ اور مخلوق کے مابین ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا یہ سفیر (نبی) اس منصب سفارت کے ذریعہ اہل عقل کوان اُمور سے آگاہ کرے جس سے اہل عقل کی عقول قاصر اور عاجز ہیں مثلاً معبود برحق کی صفات اور کمالات اور معاد یعنی آخرت اور دینی اور دنیوی مصالح سے آگاہ اور واقف کرے اور پند ونصائح سے ان کی ہدایت اور رہنمائی کرے اوران شبہات کاازالہ کرے جوان کی ہلاکت اور بربادی کا سبب ہوں۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ نبوت کے معنی ارتفاع اور علو اور بلندی کے ہیں پس نبی وہ شخص ہے جس کو بارگاہ خداوندی سے خاص طور سے بلندی حاصل ہو کہ بلا کسی تعلیم اور تعلّم اور بلا کسی کسب اور اکتساب کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسے علوم اور معارف عطا کئے جاتے ہیں جو عقل سے بالاتر اور برتر ہیں۔

(حیاۃ القلوب: ۲۳۵)

انبیاء اور رسل اللہ تعالیٰ کے پاک اور چنے ہوئے بندے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے خلق کی طرف مبعوث کیا کہ اس کی طرف بلائیں اور گمراہی سے نکال کر نجات اور جنت کا راستہ دکھائیں۔ نبوت اور رسالت اکتسابی چیزیں نہیں بلکہ وہبی (اللہ کی طرف سے ملنے والی) چیزیں ہیں۔ ہر زمانہ، ہر ملک اور ہر قوم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسل بھیجے تا کہ اللہ پر کوئی الزام بندوں کا نہ رہے کہ انہیں حق سے آگاہی نہیں تھی اس لئے وہ گمراہ ہو گئے۔ تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ایک نبی کا انکار بھی کفر ہے۔ یہ عقیدہ بھی رکھنا ضروری ہے کہ تمام انبیاء گناہِ کبیرہ و صغیرہ سے پاک اور معصوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسل کو معجزات عطا فرمائے تا کہ ان کی نبوت و رسالت کی دلیل بنیں اور لوگ ان کو دیکھ کر ان پر ایمان لائیں۔ نیز بندوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے۔ انبیاء کی کل تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔ ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍ رض سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم کَمِ النَّبِیُّوْنَ قَالَ مِائَةَ اَلْفِ وَاَرْبَعَةَ وَ عِشْرُوْنَ اَلْفَ نَبِیٍّ سَاَلْتُ کَمِ الْمُرْسَلُوْنَ مِنْهُمْ قَالَ ثَلاثَ مِائَةٍ وَ ثَلاثَةَ عَشَرَ. (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابو ذر رض سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ

نبیوں کی تعداد کتنی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کل ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں۔
میں نے پوچھا ان میں رسول کتنے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تین سو تیرہ۔

رسولوں کو نئی شریعت دی جاتی ہے، ان کے بعد آنے والے نبی اسی پر عمل کرتے ہیں اور اپنی اُمتوں کو اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ سارے انبیاء کرام کا دین ایک یعنی اسلام ہے اور ان کی شریعتیں الگ الگ ہیں۔ حضرت آدمؑ سب سے پہلے انسان ہیں اور سب سے پہلے نبی ہیں، اور محمد ﷺ سب سے افضل اور آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ پر نبوت اور رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا قیامت تک آنے والے انسانوں اور جنوں کے آپ نبی ہیں۔
تمام انبیاء اور رسل بشر تھے مرد تھے اور اللہ کے کامل بندے تھے۔

رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے:

۱) اطاعت:

i) وَمَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰه. (النساء:۶۴)
ترجمہ: ہم نے ہر رسول کو اس لئے بھیجا کہ خدا کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

ii) مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنۡ تَوَلّٰى فَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ۝ (النساء:۸۰)
ترجمہ: جس شخص نے رسول کی اطاعت کی بلاشبہ اس نے اللہ کی اطاعت کی اور

جس نے منہ پھیر لیا تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

iii) فَلاَ وَ رَبِّکَ لاَ یُؤْ مِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لاَیَجِدُوْافِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًامِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاO

(النساء: ٦٥)

ترجمہ: پس قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہونگے جب تک اپنے تمام باہمی جھگڑوں میں آپ ہی کو منصف نہ بنائیں پھر جو فیصلہ بھی آپ کریں اس میں اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور پوری طرح خوش دلی سے آپ کے فیصلہ کو قبول کرلیں۔

۲) اتباع:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ Oقُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْافَاِنَّ اللّٰهَ لاَیُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَO (اٰل عمران: ۳۱، ۳۲)

ترجمہ: اے نبی آپ ان سے کہہ دیجئے اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ آپ کہہ دیجئے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اگر وہ لوگ منہ پھیر لیں تو یقین جانو کہ اللہ ایسے منکروں کو پسند نہیں کرتا۔

۳) محبت رسول:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ط (الاحزاب: ٦)

ترجمہ: نبی ایمان والوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

حدیث: عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یُوْمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَ لَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اس کی اولاد اور سارے انسانوں سے زیادہ پیارا نہ ہوجاؤں۔

۴) تعظیم نبی ﷺ:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّ مُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ O یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ O (الحجرات: ۱، ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو تم اللہ اور اس کے رسول سے سبقت نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور جاننے والے ہیں۔ اے ایمان والو اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ تم ان سے اس طرح زور سے بات کیا

کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بات کرتے ہو، کہیں تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔

۵)حقوق نبی ﷺ:

اللہ تعالیٰ کے بعد ایمان والوں پر سب سے زیادہ مہربان اور شفیق ذات اللہ کے رسول ﷺ کی ہے۔ ہم آپ ﷺ کا کچھ بھی حق ادا نہیں کر سکتے۔ سوائے اس کے کہ آپ ﷺ کے حق میں دعا کریں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا○ (الاحزاب: ۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

(iii) فرشتوں پر ایمان:

فرشتوں کے متعلق یہ اعتقاد رکھے کہ وہ اللہ کے مکرم بندے ہیں جس کام پر اللہ نے ان کو مقرر کر رکھا ہے کر گزرتے ہیں کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ ان کی پیدائش نور سے ہوئی ہے۔ وہ نہ مرد ہیں نہ عورت۔ ان کو قدرت دی گئی ہے کہ جس شکل میں چاہے ظاہر ہوں۔ زمین اور آسمانوں کے تمام کاموں پر اللہ نے انہیں مقرر کر رکھا ہے۔ دو (۲) فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے

اعمال لکھنے کے لئے متعین کر رکھا ہے جنہیں کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ان فرشتوں کی صحیح تعداد تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔تمام فرشتوں میں چار (۴) فرشتے بہت مشہور اور اللہ تعالیٰ کے بہت مقرب ہیں ۱) حضرت جبرائیلؑ، جو انبیاءؑ پر وحی لے کر آیا کرتے تھے۔۲) حضرت میکائیلؑ، جو اللہ کے حکم سے مخلوق کو روزی پہنچاتے ہیں۔۳) حضرت اسرافیلؑ ، جن کے ذمہ قیامت کے دن صور پھونکنا ہے۔ ۴) حضرت عزرائیلؑ، جو تمام عالم کی ارواح قبض کرنے پر مقرر ہیں۔

(iv) اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رُسل پر چار (۴) کتابیں اور ایک سو (۱۰۰) صحیفے نازل فرمائے۔ پچاس (۵۰) صحیفے حضرت شیثؑ پر، تیس (۳۰) صحیفے حضرت ادریسؑ پر، دس (۱۰) صحیفے حضرت ابراہیمؑ پر اور دس (۱۰) صحیفے حضرت آدمؑ پر نازل فرمائے۔ چار (۴) کتابوں میں سے تورات حضرت موسیٰؑ پر، انجیل حضرت عیسیٰؑ پر، زبور حضرت داوٗدؑ پر اور قرآن مجید حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔

نزول قرآن کے بعد تمام صحائف اور کتابوں پر عمل کرنا منسوخ ہو گیا۔صرف ان پر ایمان لانا ہے اور عمل قرآن پر کرنا ہے۔قرآن اللہ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے اور نہ ہی وہ حضرت جبرائیلؑ کا یا حضرت محمد ﷺ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام اس کے حکم سے عربی زبان میں حضرت جبرائیلؑ کے واسطہ سے حضرت محمد ﷺ پر وحی کے ذریعہ تیئیس (۲۳) سال کی مدت میں نازل ہوا۔

قرآن مجید اپنے الفاظ اور معنی ہر لحاظ سے معجزہ ہے کہ تمام جن وانس سب مل کر بھی اس کا مثل بنا کر نہیں لا سکتے ۔اس کے کلام الٰہی ہونے کی سب سے بڑی اور واضح دلیل یہی ہے کہ قرآن کی کوئی ایک سورۃ بلکہ ایک آیت بھی کوئی نہیں بنا سکتا۔اللہ اور رسول کے منکرین اور مخالفین کو یہ چیلنج دیا گیا کہ قرآن جیسا قرآن بنا کر پیش کرو، دس سورتیں بنا کر پیش کرو یا کوئی ایک سورۃ ہی بنا کر پیش کرو تو سب عاجز آ گئے۔اب علمائے کرام کا یہ کہنا ہے کہ قرآن کے جیسی ایک آیت بھی کوئی پیش نہیں کر سکتا۔

تقدیر الٰہی پر ایمان:

اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے علم ازلی سے ہر چیز کا اندازہ کیا جس کو تقدیر کہتے ہیں، پھر اپنے اندازے کے مطابق پیدا کیا جسے قضا کہتے ہیں ۔ دنیا میں جو کچھ پیش آ رہا ہے اللہ تعالیٰ کے قضا اور قدر کے مطابق ہی پیش آ رہا ہے۔کوئی شئے تقدیر الٰہی کے خلاف پیش نہیں آ سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں خیر وشر کو پیدا کیا۔انسانوں کو خیر وشر سے آگاہ فرما دیا اور انسانوں کے اندر ارادہ اور اختیار بھی رکھا۔بندہ نہ خود پوری طرح مختار ہے اور نہ مجبورِ محض ۔محدود اختیار جو بندے کو حاصل ہے اسی میں اس کی آزمائش ہو رہی ہے۔ بندہ اپنے ارادے اور اختیار سے جو کچھ کرنے والا ہے وہ بھی اللہ کے علم میں ہے۔ بندہ اپنے ارادہ اور اختیار سے خیر کو اختیار کر کے جزا کا مستحق بن سکتا ہے یا شر کو اختیار کر کے عذاب وسزا کا مستحق بن سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بندوں کا خالق ہے اور بندوں کو جو ارادہ و اختیار دیا گیا وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ جس طرح بندوں کا خالق ہے اوران کے اعمال کا بھی خالق ہے۔ بندے اپنے اعمال کے کاسب ہیں۔ بندہ اپنے ارادے اوراختیار کو استعمال کرتے ہوئے جو کسب کرتا ہے اسی کے مطابق وہ جزا اور سزا کا مستحق بنتا ہے۔تقدیر اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے جس پر اس نے نہ کسی مقرب فرشتہ کو مطلع کیا ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو۔ بطریق عقل اس میں غور وخوص کرنا جائز نہیں۔ بلکہ واجب ہے کہ یہ اعتقاد رکھے اللہ نے مخلوق پیدا کی ان کو دو فریقین میں تقسیم کیا ایک فریق کو از راہِ فضل جنت کے لئے اور ایک فریق کو از راہِ عدل جہنم کے لئے۔ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ مجھے تقدیر کے متعلق علم دو تو آپؓ نے فرمایا یہ خطرناک شاہ راہ ہے اس پر نہ بیٹھ ،اس نے پھر اصرار کیا تو آپؓ نے فرمایا یہ ایک گہرا دریا ہے اس میں داخل مت ہو ،اس نے پھر اصرار کیا تو آپؓ نے فرمایا یہ اللہ کا پوشیدہ راز ہے اس کی تفتیش مت کر،اس نے پوچھا کہ بندہ مختار ہے کہ مجبور؟ تو آپؓ نے اس سے فرمایا اپنا ایک پیر اُٹھا اس نے اُٹھالیا،آپؓ نے اس سے فرمایا دوسرا پیر اُٹھا تو اس نے کہا کہ میں اُٹھا نہیں سکتا۔تب آپؓ نے فرمایا کہ بندہ اس قدر مختار ہے اور اس قدر مجبور ہے۔ مسئلہ قضا وقدر بیشک بہت مشکل ہے لیکن خالق کا وجود اور اس کے صفات تسلیم کر نے کے بعد اس کا انکار کرنا ناممکن ہے۔

تمام واقعات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق لوح محفوظ میں لکھوا کر ثبت کرا دیا ہے۔ اسی کے مطابق دنیا میں واقعات پیش آ رہے ہیں۔ جو چیز برائی یا بھلائی بندے سے چوک گئی وہ ہرگز اس کو پہنچنے والی نہیں تھی، جو برائی یا بھلائی اس کو پہنچ چکی ہے وہ ہرگز چوکنے والی نہیں تھی۔ زندگی میں پیش آنے والے مسائل میں تقدیر پر ایمان، ایمان والوں کے لئے بہت بڑا سہارا ہے۔ تقدیر پر ایمان اللہ تعالیٰ کے صفاتِ علم، قدرت اور رحمت و رافت پر ایمان کا جز ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان رکھتا ہے تقدیر کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔

(vi) آخرت کی زندگی پر ایمان:

تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ و السلام اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادت کے بعد جس عقیدے کی تعلیم دیتے ہیں وہ آخرت کی زندگی پر ایمان لانا ہے۔ عالمِ آخرت پر یقین رکھے بغیر بندہ انبیائے کرام علیہم الصلواۃ والسلام کی تعلیم سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو فنا کر کے پھر پیدا کریں گے اور ان سے اعمال کا حساب لیں گے۔ اسرافیلؑ اللہ کے حکم سے پہلی مرتبہ صور پھونکیں گے تو تمام عالم فنا ہو جائے گا اور دوسری مرتبہ صور پھونکیں گے تو تمام مخلوق زندہ ہو کر اللہ کی بارگاہ میں کھڑی ہو جائے گی، اسی کو قیامت کہتے ہیں۔ قیامت کب آئے گی اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ دُوبارہ جی اُٹھنا اسی جسم کے ساتھ ہوگا

محض روحانی نہیں ہوگا۔ نیک بندوں کے نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور بُرے لوگوں کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ اعمال کو تولنے کے لئے ترازو کھڑی کی جائے گی، جن کے اعمال وزنی ہوں گے وہ جنت میں جائیں گے اور جن کے اعمال ہلکے ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے۔ آخرت کی کامیابی اور نجات کا دارومدار ایمان پر ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ان کی امتوں کے سامنے پیش کر کے پوچھا جائے گا کیا تم نے دین حق کو اپنی امتوں تک پہنچایا تھا؟ ان کی اُمتیں انکار کریں گی اور امتِ مسلمہ اس مقدمے میں گواہی دے گی کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دین حق کو اپنی اُمتوں تک پہنچایا۔ جب یہ سوال ہوگا کہ یہ اُمت تو سب سے آخر میں دُنیا میں آئی اُسے کیسے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امتوں تک دین پہنچایا۔ تو اُمتِ مسلمہ جواب دے گی کہ ہم نے اللہ کی کتاب پڑھ کر اور اپنے نبی ﷺ سے سن کر معلوم کیا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دین حق کو اپنی اُمتوں تک بلاکم و کاست پہنچایا۔ اُمت مسلمہ کی اس گواہی پر تمام اُمتوں کا فیصلہ ہوگا۔

میدانِ حشر میں ہر نبی کا ایک حوض ہوگا جس سے وہ اپنے اُمتیوں کو سیراب کریں گے اور ہمارے نبی ﷺ کے لئے حوض کوثر ہوگا جس سے وہ اپنی امت کو جام کوثر پلائیں گے۔ جو لوگ بدعات پر عمل کرنے والے تھے وہاں

سے دھتکار دئے جائیں گے۔

دوزخ کی پشت پر ایک پُل ۔''پل صراط'' جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے رکھا جائے گا۔ جس پر سے تمام بندوں کو گزرنا ہوگا۔ ایمان والے اس پر سے آسانی سے گزر کر جنت میں پہنچیں گے۔ اور کافر پھسل کر دوزخ میں جا پڑیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام گناہگاروں کی شفاعت کریں گے پھر علمائے دین اور شُہداء شفاعت کریں گے۔ شفاعت کا عمل دوزخ میں جانے سے پہلے بھی ہوسکتا ہے یا دوزخ میں داخل کئے جانے کے بعد بھی۔ جس شخص کے دل میں ذرّہ کے برابر ایمان ہے وہ شفاعت یا سزا بھگت کر جہنم سے نکالیا جائے گا۔ جہنم میں صرف کافر اور مشرک ہی رہ جائیں گے اور وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

جنت اور جہنم دونوں حق ہیں ،دونوں پیدا کی جا چکی ہیں اور موجود ہیں ۔ جنت تمام راحتوں کی جگہ ہے اور جہنم تمام تکلیفوں کی جگہ ہے ۔ اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار ہوگا ۔ جنت میں جانے والے بھی جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور جہنم میں جانے والے بھی جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔ عالم آخرت میں اہل ایمان کو بے جہت اور بے مثال طریقے پر اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ نصوص قرآن اور احادیث اس پر دال ہیں۔

عالم برزخ:

انسان کے مرنے کے بعد سے دوبارہ جی اُٹھنے تک جو عالم ہے وہ عالم برزخ کہلاتا ہے۔ عالم آخرت کے دو طبقے ہیں۔

۱) مرنے کے بعد سے حشر تک۔۔۔ عالم برزخ

۲) قیامت سے لے کر ابدالآباد تک

مرنے کے بعد حشر سے پہلے بھی نیک اور بد کو کچھ جزا اور سزا عالم برزخ میں ملتی ہے۔ موت مطلق فنا نہیں ہے، صرف جسم سے روح کی جدائی ہے۔ قبر (عالم برزخ) میں منکر نکیر کا سوال کرنا حق ہے۔ یہ دو فرشتے ہر مرنے والے سے تین سوال کرتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور محمد ﷺ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ ایمان والا صحیح جواب دیتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے اور کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں۔ کافر اور منافق صحیح جواب نہیں دے سکتا تو اس کے لئے جہنم کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور فرشتے اس کو لوہے کے گرزوں سے مارتے ہیں۔ مُردہ مومن کو زندہ ایمان والوں کی دُعا اور صدقہ سے نفع پہنچتا ہے۔ کافر کو کسی بھی دُعا اور صدقہ سے ہرگز کوئی نفع نہیں پہنچتا۔

کفر اور تکفیر کے معنی

کفر کے اصل معنی چھپانے کے ہیں۔ کاشتکار کو کافر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بیج کو زمین میں چھپاتا ہے۔ سب سے بڑا کفر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی طرف سے آئی ہوئی شریعت کا انکار کیا جائے۔ اس کی ظاہر اور باہر نشانیوں کو دیکھتے ہوئے اُس کی طرف سے دل کی آنکھیں بند کرلی جائیں۔ اسی سے کفر انکار کے مفہوم میں استعمال ہونے لگا۔

کفر کے دوسرے معنی کسی محسن کی نعمتوں کو چھپانا اور اس کی ناشکری کرنا ہے۔ جس کے لئے لفظ کفرانِ نعمت استعمال کیا جاتا ہے۔ لفظ کافر بلا قید استعمال کیا جاتا ہے تو منکرِ دین کے معنی میں ہوتا ہے۔ کفر شریعت میں ایمان کی ضد ہے۔ جن باتوں کو ماننا ایمان لانے کے لئے ضروری ہے اس میں سے کسی ایک بات کا انکار بھی کفر ہے۔ کفر کی شرعی حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تعلیمات میں سے کسی بات کا جو حضور ﷺ سے منقول ہو انکار کیا جائے۔ جو چیز آپ ﷺ سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو اس کا انکار یقیناً کفر ہے۔ امام الائمہ امام محمدؒ فرماتے ہیں۔ **مَنْ اَنْکَرَ شَیْئًا مِنْ شَرَائِعِ الْاِسْلَامِ فَقَدْ اَبْطَلَ قَوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهَ۔** (سیر کبیر جلد ۴، صفحہ ۳۶۵)

ترجمہ: جس نے شرائع اسلام میں سے کسی ایک بات کا انکار کیا تو اس نے اپنے لا الہ الا اللہ کے پڑھنے کو باطل کرلیا۔

تکفیر کے اصول:

حدیث: عَنْ اَنَسٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثَلٰثٌ مِنْ اَصْلِ الْاِیْمَانِ اَلْکَفُّ عَمَّنْ قَالَ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ لاَ تُکَفِّرْہ، بِذَنْبٍ وَلاَ تُخْرِجْہ، مِنَ الْاِسْلاَمِ وَالْجِھَادُ مَاضٍ مُذْبَعَثَنِی اللّٰہُ اِلٰی اَنْ یُقَاتِلَ اٰخِرُ ھٰذِہِ الْاُمَۃِ الدَّجَالَ لَایُبْطِلُہ، جَوْرُ جَآئِرٍ وَلاَ عَدْلُ عَادِلٍ وَالْاِیْمَانُ بِالْاَقْدَارِ.

(رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا تین باتیں ایمان کی جڑ ہیں۔

۱) جو شخص لا الہ الا اللّٰہ کا اقرار کرنے والا ہے کسی گناہ کی وجہ سے اسے کافر مت قرار دو اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اس پر اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ لگاؤ۔

۲) جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے جہاد ہمیشہ جاری رہے گا۔ یہاں تک کے اُمت کے آخری لوگ دجّال سے قتال کریں گے، کسی عادل حکمران کے عدل یا کسی ظالم حکمران کے ظلم کے بہانے سے جہاد کو باطل قرار نہیں دیا جائے گا اور

۳) تقدیر پر ایمان لانا:

بندہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا مگر اسی چیز کے انکار کے ساتھ جس نے اس کو ایمان کے دائرے میں داخل کیا تھا۔ یعنی ''ضروریات دین''۔ شریعت کے

نصوص کو ظاہر محمول کیا جائے گا۔ اس سے انحراف کر کے اہل باطن جن معنوں کا دعویٰ کرتے ہیں وہ الحاد اور کفر ہے۔ شریعت کے نصوص کا انکار کفر ہے۔ کسی معصیت کو جائز سمجھنا کفر ہے۔ نصوص شریعت کی اہانت اور استہزاء کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی اور اس کی گرفت سے بے خوفی کفر ہے۔ کسی کاہن کی تصدیق کفر ہے۔

دین میں تمام احکام کا درجہ یکساں نہیں ہے۔ کچھ بنیادی عقائد ہیں اور کچھ اُصول دین ہیں اور کچھ فروعی مسائل ہیں۔ کفر صرف انہیں احکام کے انکار سے عائد ہوتا ہے جو قطعی الثبوت بھی ہوں اور قطعی الدلالت بھی ہوں۔ قطعی الثبوت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا ثبوت قرآن مجید یا ایسی احادیث مبارکہ سے ہو جن کی روایت کرنے والے آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک ہر زمانہ اور ہر قرن میں مختلف طبقات اور مختلف شہروں میں اس کثرت سے رہے ہوں کہ ان سب کا جھوٹی بات پر اتفاق کر لینا محال سمجھا جائے۔ اس کو اصطلاح حدیث میں تواتر اور ایسی احادیث کو ''احادیثِ متواترہ'' کہتے ہیں اور قطعی الدلالۃ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو عبارت قرآن مجید میں اس حکم کے متعلق واقع ہوئی ہے یا حدیثِ متواترہ سے ثابت ہوتی ہے وہ اپنے مفہوم اور مراد کو صاف صاف ظاہر کرتی ہو اس میں کسی قسم کی الجھن نہ ہو جس میں کسی قسم کی تاویل چل سکے۔ پھر اس قسم کے احکامِ قطعیہ اگر مسلمانوں کے ہر طبقے خاص و عام میں مشہور اور معروف ہو جائیں ان کا حاصل کرنا کسی خاص تعلیم و تعلم پر

موقوف نہ رہے بلکہ عام طور پر مسلمانوں کو وراثتہً وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا فرض ہونا، چوری، شراب اور زنا کا گناہ ہونا، حضور ﷺ کا آخری نبی ہونا وغیرہ۔ ایسے احکام قطعیہ کو ''ضروریات دین'' کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ جو اس درجہ مشہور نہ ہوں صرف قطعیات کہلاتے ہیں ضروریات نہیں۔

ضروریات اور قطعیات کے حکم میں یہ فرق ہے کہ ضروریات دین کا انکار بہ اجماع مطلقاً کفر ہے۔ ناواقفیت اور جہالت کو اس میں عذر نہ قرار دیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی تاویل سنی جائے گی۔ قطعیات محض جو شہرت نہیں رکھتے اگر کوئی عام آدمی ناواقفیت کی وجہ سے انکار کرے تو اس کے کفر کا فیصلہ نہیں کیا جائیگا۔ بلکہ پہلے اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت احکام میں سے ہے اس کا انکار کفر ہے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے گا، تب کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ (جواہر الفقہ: دوم)

چنانچہ حضرت علامہ قاریؒ نے شرح شفاء فصل (تحقیق القول فی اکفار المتاولین) میں فرمایا ہے: اِدْخَالُ کَافِرٍ فِی الْمِلَّةِ الْاِسْلَامِیَةِ اَوْاِخْرَاجُ الْمُسْلِمِیْنَ عَنْهَا عَظِیْمٌ فِی الدِّیْنِ.

ترجمہ: کسی کافر کو اسلام میں داخل سمجھنا یا کسی مسلمان کو اسلام سے خارج سمجھنا دونوں چیزیں دین میں جرمِ عظیم ہیں۔

مراتبِ کفر:

کفر کا اصل دار و مدار تکذیب اور انکار پر ہے کہ شریعت و دین کی قطعی باتوں میں کسی ایک بات کی تکذیب کرنے کا نام کفر ہے۔ مگر تکذیب کے مراتب ہیں اور ہر مرتبہ کے احکام الگ ہیں۔

کل پانچ گروہ ہیں۔

۱) دہریہ (: منکرین خدا) کی تکذیب کا ہے۔ جو سرے سے ہی خدا ہی کا انکار کر بیٹھے ہیں۔ اور عالم کو قدیم مانتے ہیں اور انہیں کے قریب قریب فلاسفہ کا گروہ ہے جو برائے نام خدا کا قائل ہے لیکن وہ خدا کو خالق نہیں جانتا بلکہ اس کو واجب الوجود اور عالم کی علتِ تامہ ّ مانتا ہے۔ مادہ اور عالم کو قدیم مانتا ہے اور حشر و نشر کا منکر ہے۔ جو گروہ کواکب اور نجوم کو قدیم اور عالم میں موثر مانتا ہے وہ بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

۲) براہمہ: منکرین نبوت کا ہے جو خدا کے تو قائل ہیں مگر نبوت کے بالکل قائل نہیں۔

۳) یہود اور نصاریٰ: جو خدا کے بھی قائل ہیں اور نبوت اور رسالت کے بھی قائل ہیں مگر آنحضرت ﷺ کی نبوت اور رسالت کے قائل نہیں۔

۴) مشرکین: جو توحید کے منکر ہیں اور شرک و بت پرستی میں مبتلا ہیں جیسے نصاریٰ اور ہندو کہ حضرت مسیحؑ کو اور اپنے اوتاروں کو معبود مانتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ مسیحؑ

اور اوتاروں کو خدا کے برابر نہیں سمجھتے لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا کا کسی جسم میں حلول کر جانا اور اس کے ساتھ متحد ہو جانا جائز ہے اس فرقہ کو حلولیہ یا اتحادیہ کہتے ہیں۔

۵) ان لوگوں کی تکذیب کا ہے جو خدا کے اور حضور ﷺ کی نبوت کے اور دین اسلام کے قائل تو ہیں مگر نصوص شریعت کے ایسے عجیب و غریب معنی بیان کرتے ہیں جو عہد صحابہؓ سے لے کر اب تک کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں گزرے۔ اصطلاح شریعت میں ایسے شخص کو "ملحد" اور "زندیق" کہتے ہیں، کہ لفظ تو اسلام کا بولتا ہے اور اس کے معنی کفر ہوتے ہیں۔ اول کے چار مرتبے صریح کفر ہیں اور یہ پانچواں مرتبہ جس کا نام "الحاد اور زندقہ" ہے درحقیقت یہ نفاق کی ایک قسم ہے ایسا شخص بلاشبہ منافق ہے اور یہودی اور نصرانی سے بدتر ہے اس لئے کہ یہودی اور نصرانی جو تکذیب کرتا ہے وہ صاف طور پر کرتا ہے جھوٹ نہیں بولتا۔ اور یہ منافق جھوٹ بولتا ہے۔ زبان سے تو اسلام ظاہر کرتا ہے اور اندر کفر چھپا ہوا ہوتا ہے۔

(عقائد الاسلام۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

مُرتدّ:

مرتد عرف عام میں اس شخص کو کہتے ہیں جو دین اسلام سے پھر جائے۔ وجودِ ایمان کے بعد کلمۂ کفر کا زبان سے نکالنا مرتد ہونے کا رکن ہے۔ مرتد کا حکم صحیح ہونے کے لئے عقل کا ہونا شرط ہے۔ لہٰذا مجنون، بے عقل بچہ، ہر وقت نشہ میں رہنے والا جس کی عقل ماؤف ہو چکی ہو، جس کو برسام کی بیماری ہو یا کوئی ایسی

چیز کھلائی جائے جس سے عقل جاتی رہے یا وسواسی پر مرتد ہونے کا حکم نہیں لگے گا۔ مرتد کا حکم نافذ ہونے کے لئے رضا ور غبت شرط ہے۔ جس کو کلمۂ کفر کہنے کے لئے مجبور کیا جائے اس پر ارتداد کا حکم نہیں لگے گا۔ بلا قصد زبان سے کلمۂ کفر نکل جائے تو بھی وہ مرتد نہیں ہوگا۔

کوئی شخص مرتد ہونے کے بعد اسلام میں لوٹ آئے اور پھر کفر کرے تو تین مرتبہ مہلت دی جائے گی چوتھی مرتبہ امام اس کو مہلت نہ دے اگر اسلام میں لوٹ آئے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ عورت اور عقل مند لڑکا مرتد ہو جائے تو اس پر ارتداد کے احکام نافذ ہوں گے مگر اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

ارتداد کے اثرات:

۱) اس کی ساری عبادتیں ضائع ہو جائیں گی۔

۲) اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔

۳) مرتد میراث سے محروم رہ جائے گا۔

۴) مرتد کی نہ تو نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

موجبات کفر جن کا تعلق ایمان اور اسلام سے ہے:

جس شخص نے یہ عقیدہ رکھا کہ ایمان اور کفر ایک ہی ہیں اور جو شخص ایمان

پر راضی نہ ہوا وہ کافر ہے۔ اس طرح سے دوسروں کے کفر پر راضی ہونا یہ بھی کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ایسے صفات کا اظہار کرنا جو اس کے لائق نہیں ہیں وہ کافر ہے۔ جو شخص یہ کہا کہ میں اسلام کی صفت نہیں جانتا، کسی عیسائی نے اسلام قبول کیا اس کے بعد اس کا باپ مر گیا تو اس نے کہا کاش میں مسلمان نہ ہوتا تو اپنے باپ کا مال پاتا تو کافر ہو گیا۔ اللہ کی طرف ایسی صفت کی نسبت کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے یا پاک ناموں میں کسی نام کا یا احکام کا مذاق اُڑائے یا کسی وعدہ یا وعید کا انکار کرے یا کسی کو اس کا شریک بیٹا، بیوی ٹھہرائے یا اس کی طرف جہل، عجز کسی خرابی کی طرف نسبت کرے یا کہے کہ اللہ کے کام حکمت سے خالی ہیں تو کافر ہو جائے گا۔ یا یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کفر سے راضی ہوتا ہے یا کسی کی موت پر یہ کہنا کہ اللہ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا یا اللہ کے پاس رحم نہیں ہے یا اللہ کے پاس انصاف نہیں ہے یہ کفر ہے۔

کسی نے کہا میں خدا کے حکم سے تیرے ساتھ معاملہ کرتا ہوں تو اس نے کہا میں خدا کا حکم نہیں جانتا یا اس جگہ خدا کا حکم نہیں چلتا، یہاں تو فلاں اور فلاں کا حکم چلتا ہے یا خدا حکم کرنے کے لائق نہیں ہے یہ سب کفر ہے۔

کوئی شخص ایسے شخص کے متعلق جو کبھی بیمار نہیں ہوتا یہ کہے کہ اللہ اس کو بھول گیا ہے یہ کفر ہے۔ کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اللہ سے زیادہ مجھے محبوب ہو تو کافر ہو جائے گا۔ اللہ کے لئے مکان ثابت کرنا کفر ہے۔ یہ کہنا بھی کفر ہے کہ

آسمان میں تو خدا میرا حامی ہے اور زمین پر فلاں شخص۔ اللہ کی طرف ظلم کی نسبت کرنا کفر ہے۔ ایک شخص نے کسی سے کہا جھوٹ مت بولو اس نے جواب میں کہا جھوٹ تو بولنے کے لئے ہی ہے۔ یا کسی نے کہا اللہ تمہارے جھوٹ میں برکت دے یہ کہنے سے کافر ہو گیا۔ کسی نے کہا خدا کی رضا طلب کر، اس نے کہا مجھے خدا کی رضا نہیں چاہئے تو کافر ہو گیا۔ اسی طرح خدا کے عذاب سے ڈر، تو اس نے کہا میں نہیں ڈرتا تو کافر ہو جائے گا۔ کسی نے کہا اللہ زر کو محبوب رکھتا ہے اس نے مجھے نہیں دیا تو کافر ہو جائے گا، کسی نے کوئی کام کرنے کا ارادہ کیا تو اسے کہا گیا ان شاء اللہ کہو اس نے کہا میں بغیر ان شاء اللہ کے کروں گا تو کافر ہو جائے گا۔

موجبات کفر جن کا تعلق انبیاء علیہم السلام سے ہے:

حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی یا توہین کرے یا آپ کی صورتِ مبارکہ یا اوصافِ شریفہ میں کسی عیب کا اظہار کرے چاہے وہ مسلمان ہو، ذمی ہو یا حربی ہو واجب القتل ہے۔ اس پر اجماع ہے کہ کسی بھی نبی کی توہین اور بے ادبی، ان کی سنت پر عدم اعتقاد یا ناراضگی کفر ہے۔ روافض کا یہ کہنا کہ نبی ﷺ نے دشمنوں کے خوف سے بعض احکام کی تبلیغ نہیں کی کفر ہے۔ یہ کہنا کہ حضرت آدمؑ اگر گندم نہ کھاتے تو ہم بد بخت نہ ہوتے یا آدمؑ کپڑا بنتے تھے اور ہم سب جولاہے ہیں کفر ہے۔ جو اپنے دل میں کسی نبی کے تعلق سے بغض رکھے وہ کافر ہے۔

موجباتِ کفر جن کا تعلق صحابہؓ سے ہے:

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ پر لعن طعن کرنا اور ان کی خلافت کا انکار کرنا کفر ہے۔ حضرت عائشہؓ پر زنا کی تہمت لگانا بھی کفر ہے۔ روافض جو تناسخِ ارواح کے قائل ہیں یا امام باطن کے ظہور کا اعتقاد رکھتے ہیں یا جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیلؑ نے محمد ﷺ کی طرف وحی لانے میں غلطی کی یہ سب کافر ہیں۔

موجباتِ کفر جن کا تعلق قرآن سے ہے:

جو قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے۔ جس نے کسی آیتِ قرآنی کا انکار کیا یا مذاق کیا یا عیب لگایا کافر ہو گیا۔ قرآن کو دف کی تھاپ پر یا بانسری کی لے پر پڑھا کفر کیا۔ کوئی شخص قرآن پڑھ رہا تھا دوسرے نے سن کر کہا یہ کیا شور وغل مچا رکھا ہے کافر ہو گیا۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا تم نے قل ہو اللہ کی کھال کھینچ لی، الم نشرح کی گریبان پکڑ لی، انا اعطینا ک الکوثر سے بھی کوتاہ، پیالہ بھرا دیکھ کر کاساً دھاقاً، دیگ میں بچی ہوئی چیزوں کے متعلق کہا باقیات الصالحات یہ سب جملے کہنے والا شخص کافر ہے۔ کسی نے کہا کہ قرآن تو عجمی ہے کافر ہو گیا۔

موجباتِ کفر جن کا تعلق فرشتوں سے ہے:

کسی بھی فرشتہ پر عیب لگانا کفر ہے۔ ملک الموت سے عداوت

رکھ کر یہ کہنا فلاں کو دیکھنا ملک الموت کو دیکھنا ہے کفر ہے۔ کوئی کہے کہ میں فرشتہ ہوں تو کافر ہوگیا۔ اور کسی نے کہا کہ میں نبی ہوں کافر ہوگیا۔ کوئی مرد کسی عورت سے بغیر گواہ کی موجودگی میں نکاح کیا اور یہ کہا میں نے خدا، رسول ﷺ اور فرشتوں کو گواہ بنایا کافر ہوگیا۔

موجباتِ کفر جن کا تعلق نماز، روزہ اور زکوۃ سے ہے:

کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ نماز پڑھ جواب میں وہ یہ کہے کہ مجھ سے یہ اُٹھک بیٹھک نہیں ہوتی تو وہ کافر ہوگیا۔ کسی نے کہا کہ تو نے اتنی نمازیں پڑھیں تجھے کیا ملا یا میں نے اتنی نمازیں پڑھیں مجھے کیا ملا تو کافر ہو جائے گا۔ کوئی بغیر وضو اور ناپاکی کی حالت میں جان بوجھ کر نماز پڑھتا ہے کافر ہو جائے گا۔ کوئی نماز میں رکوع یا سجدوں کا انکار کرے حتیٰ کہ دوسرے سجدے کی فرضیت کا انکار کرے (ہر رکعت میں ایک سجدہ کو فرض سمجھے) کافر ہو جائے گا اس لئے کہ ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے اجماع اور تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔ اگر کوئی موذن سے اذان دیتے وقت یہ کہا تو نے جھوٹ کہا یا یہ کہے کہ تو کیا شور وغل کرتا ہے تو کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی رمضان المبارک کا مہینہ آنے پر یہ کہے کہ بھاری مہینہ آیا یا بھاری مہمان آیا تو کافر ہو جائے گا۔ زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں کو خلیفۂ رسول ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کافر قرار دے کر ان سے قتال کا ارادہ کیا۔

موجباتِ کفر جن کا تعلق علم اور علماء سے ہے:

بغیر کسی سبب کے کسی عالم دین سے بغض رکھے گا تو کافر ہو جائے گا۔ دینی علوم کے ساتھ استہزاء کرنا کفر ہے۔ کوئی بلند جگہ بیٹھے لوگ بطور مذاق کے مسائل پوچھیں اور وہ استہزاء کے طور پر جواب دے تو کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی کہے کہ مجھے علم کی مجلس سے کیا کام، جو علماء شرعی باتیں کہتے ہیں اس پر کون عمل کرسکتا ہے تو کافر ہو جائے گا، اگر کہے پیسہ چاہئے علم دین کس کام آتا ہے کافر ہو جائے گا، یہ لوگ جو علم سیکھتے ہیں بے اصل کہانیاں ہیں جھوٹ ہے، مجھے علماء کا دھندا ناپسند ہے، کافر ہو جائے گا۔ کسی نے کہا کہ علم طلب کرنے والوں کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں دوسرے نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے کافر ہو جائے گا۔ کوئی عالم اپنی کتاب کسی دکان میں رکھ کر بھول کر چلے گئے جب ان کا گزر وہاں سے ہوا تو دکاندار نے ان سے کہا مولانا تم اپنا بسولہ ہمارے دکان میں رکھ کر بھول گئے ہو انہوں نے کہا کہ بسولہ نہیں میری کتاب رکھ کر بھول گیا ہوں تو دکاندار نے کہا بڑھائی تو بسولے سے لکڑی کاٹتا ہے اور تم مولوی لوگ کتاب سے لوگوں کی گردنیں کاٹتے ہو تو کافر ہو گیا اور ایسا کہنے والا واجب القتل ہے۔

ایک شخص نے اپنے فریق کے سامنے ائمہ دین کا فتویٰ پیش کیا اس نے فتویٰ کو رد کیا اور کہا، تو کیا فتووں کا انبار لے کر آیا ہے تو کافر ہو گیا ۔ کسی نے کہا اس بارے میں شریعت کا یہ حکم ہے دوسرے نے کہا ہم رسم پر عمل کرتے ہیں شریعت پر عمل نہیں کرتے تو کافر ہو گیا۔

موجباتِ کفر جن کا تعلق حلال وحرام سے ہے:

جو کوئی حلال چیز کے حرام ہونے یا حرام چیز کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھے تو کافر ہوگا۔ کوئی شخص حرام مال فقیر کو ثواب کی نیت سے دے گا تو کافر ہو جائے گا۔ کسی سے کہا گیا حلال کھاؤ تو اس نے کہا کہ مجھے تو حرام بہت پیارا ہے اس دنیا میں کوئی ایک شخص حلال کھانے والے کو میرے پاس لاؤ میں اس کو سجدہ کروں گا، حلال کہاں ملتا ہے اس دنیا میں مجھے تو حرام چاہیئے یہ سب کہنے والا کافر ہوگا۔

کسی فاسق کے لڑکے نے شراب پی اس کے اعزاء اور اقارب نے کہا تمہیں مبارک ہے اور اس پر روپئے نچھاور کرنے لگے تو کافر ہو جائیں گے۔ کوئی شراب پی کر یہ کہہ رہا ہے کہ مسلمانی اس طرح آشکار کرنا چاہیے تو کافر ہو جائے گا۔ کوئی حیض کی حالت میں بیوی سے جماع کو حلال سمجھے تو کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی حرام کھاتے وقت یا شراب پیتے وقت یا جوا کھیلتے وقت بسم اللہ کہا تو کافر ہو جائے گا۔

موجبات کفر جن کا تعلق قیامت وآخرت سے ہے:

جو کوئی قیامت، جنت، دوزخ، میزان، پل صراط، نامۂ اعمال، مرنے کے بعد جی اُٹھنے کا انکار کرے کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص نے کسی سے کہا گناہ نہ کر ایک دوسری دنیا ہے جہاں حساب کتاب دینا ہے تو اس نے کہا دوسری دنیا کی خبر کس کو ہے کافر ہو گیا۔ کسی نے کہا اِس دنیا میں اچھا رہنا چاہیئے اُس دنیا

میں جو کچھ ہوگا ہوگا، آخرت کے پیش نظر دنیا سے پرہیز کرو اس نے کہا نقد کو چھوڑ کر اُدھار پر کون بھروسہ کرے گا کافر ہو گیا۔ کسی کی بیماری طویل ہوگئی تو اس نے خدا کو مخاطب کر کے کہا تو مجھے موت دے دے چاہے اسلام کی حالت میں ہو یا کفر کی حالت میں، کافر ہو گیا۔ مصیبتوں میں مبتلا شخص نے کہا یا اللہ تو نے میرا مال لیا میری اولاد لی تو میرے ساتھ یہ سب کیا کر رہا ہے تو کافر ہو جائے گا۔

موجباتِ کفر جن کا تعلق کفر اور تلقینِ کفر سے ہے:

جب کوئی کسی کو کلمۂ کفر کی تلقین کرے چاہے وہ کھیل کود یا ہنسی مذاق کے طور پر ہی ہو کافر ہو جائے گا۔ کسی کو کلمۂ کفر نکالنے کے لئے مجبور کیا گیا تو اس نے کلمۂ کفر کہہ دیا مگر دل میں ایمان پر اطمینان تھا تو کافر نہیں ہوا۔ کسی شخص کی زبان پر غلطی سے کلمۂ کفر نکل گیا بولنا کچھ چاہتا تھا نکل گیا کچھ تو کافر نہیں ہوا۔ بادشاہ یا امیر کو سجدۂ تعظیمی کرنے پر کافر نہ ہوگا۔ سجدۂ بندگی کرے گا تو کافر ہوگا۔ کفار و مشرکین کی عیدوں کی تعظیم کرنے والا کافر ہو جائے گا۔ کفار کی باتوں اور ان کے معاملہ کو اچھا جاننے والا کافر ہو جائے گا۔ مثلاً فلاں مذہب میں یہ طریقہ بہت اچھا ہے، حیض کی حالت میں بیوی کے ساتھ لیٹنے بھی نہیں دیتے تو کافر ہو جائے گا۔ جو جانور کسی دیوی دیوتا یا بزرگ کے نامزد کر کے شہرت دی گئی جیسے شیخ سدو کا بکرا، احمد کبیر کی گائے اور مدار صاحب کا مرغا یہ سب کفر کی باتیں ہیں۔ بزرگوں کے مزارات پر، کسی دریا کے کنارے، کسی آستانہ پر جانور ذبح کرے بسم اللہ پڑھی

ہو یا نہ پڑھی ہو ہر صورت میں حرام ہے۔ کیوں کہ جب غیر اللہ کے نام پر نامزد ہو چکا ہے تو بسم اللہ پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کسی نے اپنے کمر پر زنار باندھ رکھا ہے کافر ہو جائے گا۔ کسی نے اپنی بیوی کو مارا تو اس نے کہا تو مسلمان نہیں ہے تو اس نے کہا ہاں میں مسلمان نہیں ہوں تو کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص نے کہا کہ میں فرعون ہوں، میں ابلیس ہوں تو کافر ہو جائے گا۔ کسی خوب صورت عیسائی عورت کو دیکھ کر یہ آرزو کرے کاش کہ میں عیسائی ہوتا تو اس عورت سے بیاہ کرتا کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص نے کسی سے کہا حق بات پر تو میری مدد کر تو اس نے کہا میں حق بات پر تیری مدد نہیں کرتا ناحق پر تیری مدد کروں گا تو کافر ہو جائے گا۔

ایک شخص نے کہا میں عذاب وثواب سے بری ہوں تو کافر ہو جائے گا۔ کسی نے کہا فلاں شخص جو کرے گا میں بھی وہی کروں گا اگر چہ کہ کفر ہی کیوں نہ ہو تو کافر ہو جائے گا۔ ایک فقیر کالی کملی اوڑھے ہوئے تھا کسی نے مدثر کہا تو یہ کفر ہے۔ خراج کو بادشاہ کی ذاتی ملکیت سمجھے تو کافر ہو جائے گا۔ کسی شخص نے دوسرے کے ساتھ برائی سے پیش آیا تو اس نے کہا یہ سب مصیبت تیری لائی ہوئی ہے خدا کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو کافر ہو جائے گا۔ کوئی بادشاہ کی خوشنودی کے لئے تخت نشینی یا خلعت پوشی کے وقت قربانی کرے تو کافر ہو جائے گا۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ جب تک خیانت نہ کروں، جھوٹ نہ بولوں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تو کافر ہو جائے گا۔ کسی کے غصہ کو دیکھ کر دوسرا کہتا ہے کہ غصہ سے بہتر تو کفر ہی ہے

تو کافر ہو جائے گا۔ کسی نے ناجائز بات کہی دوسرے نے کہا اس بات سے کفر لازم آتا ہے تو اس نے کہا مجھ پر کفر لازم آتا ہے تو تم کیا کرو گے تو کافر ہو جائے گا۔

ایمان پر استقامت اور خاتمہ بالخیر:

آپ لوگوں نے رمضان المبارک کی ان مجالس میں یہ معلوم کر لیا کہ ایمان کیا ہے اور کفر کیا ہے۔ اب یہ بھی اچھی طرح جان لیجئے کہ انسان کی حقیقی کامیابی اور خوش نصیبی یہ ہے کہ اسے صحیح ایمان نصیب ہو، ایمان پر استقامت ہو اور اس کا خاتمہ بھی ایمان پر ہو کیوں کہ حدیث شریف میں صریح طور پر وارد ہوا ہے۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ یعنی اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں اس بات کو خوب واضح فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے۔

۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ O (اٰل عمران: ۱۰۲)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو جیسے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اسلام کی حالت میں۔

اللہ تعالیٰ نے صرف تقویٰ کا نہیں بلکہ حق تقویٰ کا حکم دیا ہے۔

یعنی کامل طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈر کر کفر اور شرک اور تمام گناہوں سے بچ کر اس کی مکمل اطاعت بجا لانا ہے۔ حق تقویٰ کی تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس

طرح فرمائی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ سے مرفوع ہے

حَقَّ تُقَاتِہٖ ھُوَ اَنْ یُطَاعَ فَلاَ یُعْصَ وَ یُذْکَرَوَ فَلاَ یُنْسیٰ وَیُشْکَرَوَلاَ یُکْفَرَ

ترجمہ: حق تقویٰ یہ ہے کہ ہر کام میں اللہ کی اطاعت کی جائے کوئی کام اطاعت کے خلاف نہ کیا جائے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے احکام کو یاد رکھا جائے اور کبھی نہ بھولا جائے اور ہمیشہ اس کا شکر ادا کیا جائے اور کبھی اس کی ناشکری نہ کی جائے۔

آ گے جو حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں موت نہ آئے مگر اسلام کی حالت میں تو یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ موت تو آدمی کے اختیار میں نہیں ہے کسی بھی وقت آسکتی ہے۔اس شبہ کا جواب حدیث میں یہ دیا گیا ہے۔

حدیث : **کَمَا تَحْیَوْنَ تَمُوْتُوْنَ وَ کَمَا تَمُوْتُوْنَ تُحْشَرُوْنَ .**

ترجمہ: جس حالت میں تم زندگی بسر کرو گے اسی حالت میں تمہاری موت آئے گی۔جس حالت میں تم مرو گے اُسی حالت میں تمہیں اُٹھایا جائے گا۔

جو شخص اپنی پوری زندگی اسلام پر گزارنے کا عزم رکھتا ہو اور مقدور بھر اس پر عمل بھی کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ اس کی موت اسلام کی حالت میں آئے گی۔مگر کبھی کسی معصیت کی وجہ سے اس کے خلاف پیش آئے تو الگ بات ہے۔جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

حدیث۱) **عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ الْعَبْدَلَیَعْمَلُ عَمَلَ اَھْلِ النَّارِ وَاِنَّہ، مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَیَعْمَلُ عَمَلَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاِنَّہ، مِنْ**

اَھْلِ النَّارِ وَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِا لْخَوَاتِیْمِ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق کوئی بندہ دوزخیوں کے کام کرتا رہتا ہے اور وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔ اور کوئی بندہ جنتیوں کے سے اعمال کرتا رہتا ہے اور وہ اہل جہنم میں سے ہوتا ہے۔ اور اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔

۲) فَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَکَ وَلاَ تَطْغَوْا اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌO (ھود: ۱۱۲)

ترجمہ: جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے دین پر مستقیم رہیئے اور وہ لوگ بھی جو توبہ کر کے آپ کے ساتھ ہیں، دین کے حدود سے آگے نہ بڑھو یقیناً وہ تم سب کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ اور تمام مسلمانوں کو اس آیت میں اپنے ہر کام میں ہر حال میں استقامت پر رہنے کا حکم دیا ہے۔ استقامت لفظ تو چھوٹا سا ہے مگر مفہوم اس کا ایک عظیم الشان وسعت رکھتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت، کسب معاش کے تمام ابواب میں اللہ جل شانہ کے قائم کردہ حدود میں سیدھے راستے پر مرتے دم تک قائم رہے اور کسی افراط وتفریط کا شکار نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ استقامت ایک ایسی جامع صفت ہے کہ دین کے تمام اجزا اور ارکان پر صحیح عمل کرتے ہوئے مرتے دم تک قائم رہنا

ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ایک صحابی سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ کے سوال پر ارشاد فرمایا۔

حدیث ۲): عَنْ سُفْیَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الثَّقَفِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قُلْ لِیْ فِی الْاِسْلَامِ قَوْلاً لاَ اَسْاَلُ عَنْهُ اَحَداً بَعْدَکَ وَفِیْ رِوَایَةٍ غَیْرَکَ قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ (مسلم)

ترجمہ: حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ مجھے اسلام کے تعلق سے ایک ایسی جامع بات بتا دیجئے کہ آپ کے علاوہ یا آپ کے بعد کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس پر مستقیم رہو (ثابت قدم رہو)۔

اس دنیا میں سب سے دشوار کام استقامت ہی ہے۔ اس لئے صوفیائے محققینؒ نے فرمایا استقامت کا مقام کرامت سے بالاتر ہے۔ یعنی جو شخص دین کے کاموں میں استقامت اختیار کئے ہوئے ہو اگرچہ عمر بھر اس سے کوئی کرامت صادر نہ ہو تو وہ اعلیٰ درجہ کا ولی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا پورے قرآن میں رسول اکرم ﷺ پر اس آیت سے زیادہ سخت اور شاق کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ صحابہ کرامؓ نے ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کے ریشۂ مبارک میں کچھ سفید بال دیکھ کر عرض کیا یا رسول ﷺ آپ پر بڑھاپا آ رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا۔ سورۂ ہود میں جو پچھلی قوموں پر سخت و

شدید عذاب کے واقعات مذکور ہیں وہ بھی اس کا سبب ہو سکتے ہیں ۔مگر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت ہی اس کا سبب ہے ۔حضرت ابو علی سریؒ سے نقل ہے کہ انہوں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو بوڑھاپے کا سبب پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ ہود کی اس آیت (فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ) نے مجھے بوڑھا کر دیا۔

۳) فَلِذَالِکَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ .

(الشوریٰ: ۱۵)

ترجمہ: پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اسی دین کی طرف دعوت دیتے رہئے اور خود بھی جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے اس پر قائم رہیئے اور ان لوگوں کے خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔

دین پر ثابت قدم رہنے والوں کو دنیا اور آخرت میں خوشخبری دی گئی ہے۔

۱) اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْ ارَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ O نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَاتَشْتَهِیٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ O نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ O

(حٰمٓ السجدہ: ۳۰ تا ۳۲)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور

اس پر ثابت قدم رہے تو ایسے لوگوں پر فرشتے اُترتے ہیں کہ تم کسی بات پر خوف نہ کھاؤ اور نہ تم کسی طرح غمگین ہو اور تم اس جنت کی بشارت پر خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ دنیا کی زندگی میں ہم تمہارے کارساز ہیں اور آخرت کی زندگی میں بھی اور جنت میں تمہارے لئے ہر وہ چیز ہوگی جس کا تمہارا دل چاہے گا اور جو کچھ بھی تم طلب کرو یہ سب کچھ بہت بخشنے والے اور مہربان خدا کی طرف سے بطور مہمانی ہوگی۔

۲) اِنَّ الَّـذِيْـنَ قَـالُـوْا رَبُّـنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُوْنَ O (الاحقاف:۱۳)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور اس پر مضبوطی سے ثابت قدم رہے تو ایسے لوگوں پر نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اہتمام فکر:

یہ بات ثابت ہوگئی کہ آخرت کی حقیقی کامیابی ایمان اور اس پر استقامت پر ہے تو اس کا کتنا اہتمام ہم لوگوں کو کرنا چاہئے۔ سلفِ صالحین کے اخلاق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ بُرے خاتمہ سے بہت ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ پناہ مانگتے تھے، اگرچہ بہت بڑے عابد ہی کیوں نہ ہوں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے کسی کو اپنے خاتمہ کے متعلق یقینی علم نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ حسن

ظن ہی ہوسکتا ہے۔ قرآن کریم میں ابلیس جو معلم الملکوت تھا اور ایک سجدہ نہ کرنے پر راندۂ درگاہ الٰہی ہوگیا اور بلعم بن باعورا جو عالم، عابد، مستجاب الدعوات بزرگ تھا حضرت موسیٰ ؑ کی مخالفت کرنے پر ملعون کُتاّ ہوگیا۔ جب ابلیس لعین راندۂ درگاہ ہوگیا تو حضرت جبرئیلؑ اور حضرت میکائیلؑ رونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے پوچھا کہ تم کیوں رو رہے ہو تو جواب دیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم آپ کے خفیہ مکر سے امن میں نہیں ہو سکتے ہمیں اپنی عاقبت کی فکر لاحق ہوگئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ھٰکَذَا کُوْنَا لاَ تَامَنَّا مَکْرِیْ''

ترجمہ: ہاں اسی طرح تم دونوں روتے رہو اور میری خفیہ تدبیر سے غافل نہ رہو۔

حضرت حبیب عجمیؒ فرماتے ہیں جس کا خاتمہ لا الہ الا اللہ پر ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ پھر رونے لگے اور فرمانے لگے کہ اس بات کا کون ذمہ دار ہے کہ میرا خاتمہ لا الہ پر ہوگا۔

حضرت حسن بصریؒ کی مجلس میں کسی نے ہنّاد کا ذکر کیا۔ ہناد وہ مسلمان ہے جو سب سے آخر میں ایک ہزار سال کے بعد جہنم سے نکالا جائے گا، حضرت حسن بصریؒ رونے لگے کاش کہ میں ہنّاد ہوتا تو کبھی تو جہنم سے نکالا جاتا۔ حضرت امام حسن بصریؒ جو سید التابعین اور کامل ولی اللہ ہونے کے باوجود بھی اپنے خاتمہ سے اس قدر خوف زدہ تھے۔

حضرت یوسف بن اسباطؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سفیان ثوریؒ کے

پاس گیا وہ ساری رات روتے رہے، میں نے ان سے پوچھا حضرت کیا اپنے گناہوں کی وجہ سے رو رہے ہیں تو حضرت سفیان ثوریؒ نے زمین سے ایک تنکا اُٹھا کر کہا کہ اللہ کے نزدیک گناہ کا درجہ اس تنکے سے بھی کم ہے میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے میرا ایمان سلب کرلے۔

حضرت ابو یزید بسطامیؒ نے ایک مرتبہ آئینہ اُٹھا کر اپنا چہرہ دیکھا اور فرمایا

"ظَهَرَ الشَّيْبُ وَلَمْ يَذْهَبِ الْعَيْبُ وَمَا اَدْرِىْ مَافِى الْغَيْبِ"

ترجمہ: یعنی بڑھاپا ظاہر ہوگیا، لیکن عیب ابھی تک باقی ہیں اور میں نہیں جانتا کہ کل میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کی اکثر دعا:

"يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِىْ عَلٰى دِيْنِكَ"

ترجمہ: اے دلوں کے پلٹنے والے میرے دل کو تیرے دین پر ثابت قدم رکھ۔ یہ دعا سن کر حضرت انسؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم آپ پر اور جو آپ پر نازل ہوا ہے ایمان لائے ہیں کیا آپ ہمارے بارے میں ڈرتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہاں انسانوں کے دل اللہ تعالیٰ کے دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جیسا چاہے انہیں پلٹ دیتا ہے۔

خاتمہ بالخیر کے اسباب:

۱) دین پر استقامت اختیار کرنا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور ایمان والوں کو اس بات کا مُکرّر حکم دیا کہ دین پر مرتے دم تک مضبوطی سے ثابت قدم رہیں۔ مشہور آیت (آل عمران) جو خطبۂ نکاح میں پڑھی جاتی ہے اسی بات کی یاددہانی کرتی ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ O

(سورۃ ال عمران: ۱۰۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اللہ سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اسلام کی حالت میں۔

جو بندہ بھی اللہ سے ایسے ڈرے گا جیسا ڈرنے کا حق ہے یعنی نہ صرف کفر وشرک بلکہ بدعات محرمات، مشتبہات، مکروہات اور کثرتِ مباحات سے بچے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کا خاتمہ ایمان اور اسلام پر ہوگا۔

۲) گناہ سے بچنا:

کوئی بھی گناہ جس میں آدمی مبتلا ہے اور توبہ نہ کرے سوء خاتمہ کا سبب بن سکتا ہے۔ ایک گناہ بھی انسان کو جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّاَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْئَتُہٗ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ

هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَO (سورة البقره: ٨١)

ترجمہ: ہاں کیوں نہیں جس نے برائی کمائی اور اس کی برائی نے اسے پوری طرح گھیر لیا ایسے لوگ جہنم میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

٣) اہتمام دعا:

اس مضمون کی جو دعائیں قرآن واحادیث میں آئی ہیں ان کا پابندی سے اہتمام کرنا، گویا اللہ تعالیٰ نے اس لئے سکھائی ہیں کہ تم اس طرح دعا کرو، ہم تمہاری دعا قبول کریں گے۔

i) رَبَّنَا لاَ تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا . (اٰل عمران: ٨)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کیجئے۔

ii) رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَاوَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارO

(اٰل عمران: ١٩٣)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کو معاف کیجئے اور ہماری برائیاں ہم سے دور کیجئے اور نیک لوگوں کے ساتھ ہمیں وفات دیجئے۔

iii) فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِى مُسْلِمًا وَّالْحِقْنِىْ بِا لصّٰلِحِيْنَO (سورة يوسف: ١٠١)

ترجمہ: اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں، تو مجھے اسلام کی حالت میں وفات دے اور نیک لوگوں میں مجھے ملا دے۔

iv) یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ (حدیث)

ترجمہ: اے دلوں کے پلٹنے والے میرے دل کو تیرے دین پر ثابت قدم رکھ۔

۴) تحصیل نسبت:

''نسبت'' جو صوفیائے کرام کے یہاں معروف چیز ہے دو طرفہ ہوتی ہے۔ پہلے بندے کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نسبت عطا فرماتے ہیں۔ جو شخص تمام گناہوں سے بچ کر دائمی اطاعت اور دائمی ذکر میں لگا رہے اس کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی نسبت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نسبت عطا کر کے واپس چھین نہیں لیتے جس کو نسبت حاصل ہو گئی ان شاء اللہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ فَلْیَتَنَا فَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَO

(التطفیف: ۲۶)

ترجمہ: خواہش اور کوشش کرنے والوں کو چاہیئے کہ بڑھ چڑھ کر اس کی خواہش اور کوشش کریں۔

۵) آخری عمر تک تحصیل علم میں لگے رہنا:

جیسا کہ درجہ ذیل حدیث میں دین کے طلباء اور علماء کے لئے بشارت آئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیْؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَنْ یَشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَیْرٍ یَسْمَعُهٗ حَتّٰی یَکُوْنَ مُنْتَهٰهُ الْجَنَّةَ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

ایمان والا ہرگز سیر نہیں ہوتا خیر سے یعنی علم سے کہ سنتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کی پہنچ جنت تک ہو جاتی ہے۔

جو شخص اخیر عمر تک طلب علم میں لگا رہتا ہے تو وہ اس کی برکت سے جنت میں جاتا ہے اس حدیث میں خوشخبری ہے دین کے طالبِ علموں کو کہ دنیا سے با ایمان جاتا ہے۔ اس درجہ کو حاصل کرنے کے لئے اہل اللہ آخری عمر تک علم کی تحصیل میں پڑھتے پڑھاتے اور تصنیف و تالیف کرتے رہے۔

۶) محبت رسول ﷺ و صالحین:

حدیث: وَعَنُ اِبُنِ مَسُعُوُدٍؓ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوُلَ اللّٰهِ کَیُفَ تَقُوُلُ فِیُ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوُمًا وَلَمُ یَلُحَقُ بِهِمُ فَقَالَ اَلُمَرُءُ مَعَ مَنُ اَحَبَّ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور پوچھا اس شخص کے تعلق سے آپ کیا فرماتے ہیں جو ایک قوم سے یعنی علماء اور صلحاء سے محبت کرتا ہے لیکن ان کے جیسے اعمال نہیں کر سکتا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص (آخرت میں) ان کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے۔

یعنی اس کا حشر اس کے محبوب لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ اگرچہ علم و عمل میں ان سے کمتر ہے۔ عبادتیں قلبی، بدنی، مالی یہ سب شاخیں ہیں محبت کی اور محبت اعلیٰ مرتبہ ہے جو محبّ کو محبوب سے ملا دے گی۔

خاتمہ بالشّر کا سبب

ا) اللہ کے کسی ولی کو ایذا دینا :

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةؓ قَال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُه' بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحَبَبْتُه' فَاِذَا اَحَبَبْتُه' کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَ رِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَأَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّه' وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّه' وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُه' تَرُدَّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ یَکْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَکْرَه' مَسَآءَ تَه' وَلاَ بُدَّلَه' مِنْهُ .

(رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے میرے کسی ولی کو ایذا دی میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں ۔ جن اعمال سے بندہ میری قربت حاصل کرتا ہے سب سے محبوب مجھے فرائض ہیں جو میں نے مقرر کئے ہیں اور بندہ نوافل کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے محبوب بنا لیتا ہوں ۔ جب میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں تو اس کے کان بنتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بنتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بنتا ہوں جس سے وہ

پکڑتا ہے اور اس کے پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو اس کی مانگی ہوئی چیز ضرور دیتا ہوں اور وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں اور مجھے کسی چیز میں اتنا تردّد نہیں ہوتا جتنا تردّد مجھے ایمان والے کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے کیونکہ وہ موت کو ناگوار سمجھتا ہے میں بھی اس کی ناگواری کو پسند نہیں کرتا مگر اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔

مندرجہ بالا حدیث ''حدیث قدسی'' ہے کہ نبی اکرم ﷺ اس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔ دو عظیم گناہ جن کے مرتکبین کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے جنگ فرمایا ہے ایک تو سود کھانا اور دوسرا کسی اللہ کے ولی کو ایذا دینا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ دونوں گناہ خطرعظیم ہیں اس لئے کہ اللہ کی جنگ بندے کے ساتھ اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ اس کا خاتمہ بد ہوگا۔ اللہ سے لڑ کر کوئی فلاح نہیں پاسکتا۔ **اللّٰھم احفظنا منه**

اسلام کے کلمے

کلمۂ طیبہ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌرَّ سُوْلُ اللّٰهِ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

کلمۂ شہادت: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

کلمۂ تمجید: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِا للّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط

اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور ساری تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور اللہ سب سے بڑے ہیں اور قوت و طاقت (گناہوں سے بچنے اور نیک عمل کرنے کی) صرف اللہ ہی سے حاصل ہوتی ہے جو بلند مرتبہ اور عظیم المرتبت ہیں۔

کلمۂ توحید: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ط

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اکیلے ہیں ان کا کوئی شریک نہیں ساری بادشاہی انہیں کے لئے ہے اور ساری تعریفیں بھی انہیں کے لئے ہیں۔ زندگی اور موت انہیں کے قبضے میں ہے۔ ساری بھلائی انہیں کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔

کلمہ رَدِّ کفر: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْأً وَّاَنَا اَعْلَمُ بِہٖ وَاسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِہٖ تُبْتُ عَنْہُ وَتَبَرَّأْتُ مِنَ الْکُفْرِ وَالْمَعَاصِیْ کُلِّھَا اَسْلَمْتُ وَاٰمَنْتُ وَاَقُوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط

اے اللہ میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں کہ جانتے بوجھتے آپ کے ساتھ کسی کو شریک کروں اور انجانے میں مجھ سے ہو جائے میں اس سے آپ کی جناب میں توبہ اور استغفار کرتا ہوں اور میں اپنی برأت ظاہر کرتا ہوں کفر اور تمام گناہوں سے۔ میں نے اپنے آپ کو آپ کے حوالے کیا اور آپ کے دین کو قبول کیا اور میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

ایمان مجمل: اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَآئِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَ قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ ط

ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفات کے ساتھ ہیں اور میں نے اس کے سارے احکامات قبول کئے۔

ایمان مفصّل: اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ط

ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اچھی اور بری تقدیر پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتی ہے اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر۔

☆☆☆☆☆تمت بالخیر☆☆☆☆☆

ڈاکٹر سید محمود قادری کی تالیفات

۱) **توفیق ایزدی:** خودنوشت سوانح حیات جس میں انہوں نے پہلے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ کن علماء سے دینی تعلیم حاصل کی پھر حق کی یافت اور مردان حق کی شناخت کے بعد یہاں کے گمراہ عقائد کا کس طرح رد کیا ہے، بڑی دلچسپ اور قابلِ مطالعہ داستاں ہے۔

۲) **چالیس اصلاحی مقالات:** گذشتہ دس سالوں کے دوران اہم مضامین پر جو پمفلٹ آپ نے لکھے یہ ان کا مجموعہ ہے۔ اختصار اور جامعیت کے ساتھ موضوع کے متعلق معلومات کو اس طرح ترتیب دیا ہے گویا دریا کو کوزہ میں بند کردیا ہے۔ دین کی حقیقت سے واقف ہونے کے لئے ان کا مطالعہ ضروری ہے۔

۳) **مجالس معرفت (جلد اول):** ''خانقاہِ قادریہ'' میں گذشتہ دس سالوں سے ہر سنیچر بعد نمازِ عشاء جو مجالس ہوتی ہیں ان کے ۲۰ بیانات کا مجموعہ ہے۔ دین اور سلوک کے متعلق چشم کشا معلومات سے لبریز ہیں۔

۴) **ایمان اور کفر:** بمقام خانقاہِ قادریہ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ میں روزانہ بعد نمازِ عصر جو دروسِ قرآن ہوئے ان کا موضوع ایمان اور کفر تھا، یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے۔ ہر مسلمان کو اپنے ایمان کی حقیقت جاننے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

۵) **الاربعینات:** گذشتہ چالیس سال سے آپ کا درسِ حدیث روزانہ بعد نمازِ مغرب جامعہ مسجد میں ہو رہا ہے۔ اس کتاب میں آپ نے اخلاصِ نیت کی چالیس احادیث، داخلۂ جنت کی چالیس احادیث اور داخلۂ جہنم کی چالیس احادیث جمع کی ہیں۔

ڈاکٹر سید محمود قادری کی زیر طبع کتابیں

۱) خطباتِ قادریہ:

گذشتہ چالیس سال سے آپ کے جمعہ کے خطبات مختلف مساجد میں ہو رہے ہیں۔خطبۂ جمعہ سے پہلے آپ کے جو بیانات ہوتے ہیں، نہایت جامع، موثر اور چشم کشا ہوتے ہیں۔ یہ تمام بیانات آپ کے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں۔انشاءاللہ اس کی کئی جلدیں تیار ہوں گی اور قارئین کے باصرہ نواز ہوں گی۔

۲) ہدایت اور گمراہی:

رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ میں بعد عصر روزانہ جو مجالس ''خانقاہِ قادریہ'' میں ہوئیں ان کا موضوع ہدایت اور گمراہی تھا، اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ کس کو ہدایت دیتے ہیں اور کس کو گمراہ کرتے ہیں۔انشاءاللہ یہ بھی کتابی شکل میں پیش کی جائیں گی۔

۳) مجالس معرفت:

خانقاہِ قادریہ، بیجاپور میں ہر سنیچر بعد نمازِ عشاء جو مجالس ہوتی ہیں ان بیانات کی ایک جلد مجالس معرفت (جلد اول) آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے۔دس سال کے مجالس کا رکارڈ ڈاکٹر صاحب کے عزیز و مخلص رفیق جناب **محمد اقبال انعمدار صاحب** (وظیفہ یاب وائس پرنسپل انجمن جونیر کالج بیجاپور) کے پاس موجود ہے۔انشاءاللہ دیگر جلدوں میں یہ بیانات پیش کئے جائیں گے۔